بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ جنوری/فروری ۲۰۰۴ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7-01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 39
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 5-4
ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ
جنوری/فروری ۔۔۔ ۲۰۰۴ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: آہ! متاع گراں مایہ والدہ محترمہ کی جدائی، اظہار تشکر، بنام تعزیت کنندگانِ محترم	راشد الحق	۲
اشکہائے دردو جذباتِ غم (مرثیہ بسانحہ وفات اہلیہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ)	مولانا محمد ابراہیم فانی	۱۳
قطعہ سن فوت ورحلت۔ (مرثیہ وتواریخ اہلیہ محترمہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ)	" " "	۱۴
پاکستان عالمی دہشت گردی کے نرغے میں (خصوصی انٹرویو)	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	۱۵
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)	" " " "	۲۸
اماراتِ قیامت	مولانا محمد انوار الحق	۳۵
دارالعلوم کی تعمیر وترقی میں حقانی خاندان کی خواتین اور خصوصاً مرحومہ کا حصہ	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۸
اسلامی غیرت کے تقاضے	مولانا قاری سعید الرحمان	۴۱
ملت کو درپیش امتحان حسن تدبیر یا وقتی جذبات؟	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۴۵
شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت۔ (الاستفتاء)	مولانا مفتی مختار اللہ حقانی	۴۹
اسلام میں شہادت (گواہی) کب واجب ہو جاتی ہے	ڈاکٹر دلشاد بیگم	۵۶
دارالعلوم کے شب و روز	جناب شفیق الدین فاروقی	۶۲
تبصرہ کتب	مدیر	۶۳

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail: haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Computer Operator : BABER HANIF

نقش آغاز　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　راشد الحق سمیع حقانی

(ذاتی تاثرات)

آہ! متاع گراں مایہ والدہ محترمہؒ کی جدائی

زندگانی تھی تری، مہتاب سے تابندہ تر　　　خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات　　　تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی　　　میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ　　　صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ
خاکِ مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا　　　اب دعائے نیم شب میں کس کو مَیں یاد آؤں گا؟　(اقبالؒ)

راقم آج تک اپنے بزرگوں، دوستوں، عزیزوں اور نامور لوگوں کی وفات و بچھڑنے پر انہی صفحات میں اظہارِ غم و نوحہ خوانی کرتا رہا، اور شاہراہِ حیات پر چلتے ہوئے رہینِ ستم ہائے روزگار بھی رہا، اور اسی طرح زمانے کے ہر طرح کے حادثات بھی سہتا رہا، لیکن کبھی قلم، انگلیوں اور طبیعت پر لکھتے یا سوچتے ہوئے ایسی گرانی اور شوریدگی نہیں گزری جیسی کہ اس موقع پر ہے۔　ع　انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

اکثر ایک ہی نشست میں کئی موضوعات پر اداریہ لکھ لیا لیکن آج والدہ ماجدہ مرحومہ کے جدا ہوئے ایک ماہ ہونے کو ہے اور میں پہلے دن کی طرح سراپا سوز و الم ہوں نہ جانے والدہ ماجدہ مرحومہ کے بارے میں تعزیتی شذرہ لکھنا کیوں کوہِ گراں اٹھانے سے زیادہ مشکل نظر آ رہا ہے۔ ہر چند دل و دماغ کی ویران بستیوں میں، مَیں نے صدائیں دیں لیکن وہاں بھی موت کے سناٹے کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا اور یوں لگا کہ وہاں ان دِنوں شامِ کربلا کا منظر ہے۔ کئی بار لکھنے کیلئے عزمِ صمیم کیا لیکن قلم اور آنکھ دونوں آنسو اور جوئے خوں بہاتے رہے اور کچھ لکھنا محال ہو گیا۔ بقول غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں　　　روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اور ایسے میں اپنا شکستہ و خستہ قلم لکھے بھی تو کیسے؟ کیونکہ اب اس کے پیچھے میری والدہ ماجدہ مرحومہ کی شبانہ روز پُراثر دعائیں بھی نہ رہیں۔　تھی وہ اک شخص کے تصور سے　　　اب وہ رعنائی خیال کہاں؟

اور　ع　آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند

ماں جیسی عظیم مشفق شخصیت کا سوانحی احاطہ، تذکرہ، آثار و مناقب اور ذکرِ خیر میرے جیسے درماندہ و غمزدہ کے بس کی بات نہیں، یہ چند صفحات بھی بڑی مشکل سے لکھے ہیں، حزن و غم میں ڈوبے ہوئے قلم کی یہ ایک شکستہ تحریر ہے جس میں قطعی طور پر کچھ فنکاری و ریاکاری شامل نہیں اور ٹوٹے ہوئے دل کے چند دردانگیز نالے، پراگندہ خیالات، دھندلی

یادیں، شفقتیں، چند آہیں اور کچھ زخمی جگر کے ٹکڑے ہیں اور یہ متاع دیدۂ تر کا نذرانہ ہے جنہیں بطور یادگار سپردِ قلم کر رہا ہوں کہ ع من قاش فروشِ دل صد پارہ خویشم

پھر بھر رہا ہوں ؎ یہ مژگاں بخون دل ساز چمن طرازی ءداماں کئے ہوئے

دنیا میں والدہ جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ کہتے ہیں کہ بے لوث محبت آپ کو صرف ماں کی ذات سے ملے گی جس میں کوئی دنیاوی لالچ اور ظاہری ملاوٹ نہیں ہوتی۔ ماں ایک ٹھنڈی چھاؤں ہے جس کے سائے تلے انسان ہر قسم کی سختیوں کی دھوپ اور حوادث کے طوفانوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ممتا کی مقدس آغوش میں جو بات ہے وہ فردوسی شبستانوں میں بھی نہیں ہے۔ خدا کی صفت رحمٰن اور رحیم کی خوبصورت تفسیر اور پرتو ماں کی مشفق شخصیت میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے۔ ماں کی عظمت و بلندی کے مقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رفعتوں اور نعمتوں کی انتہاء یعنی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ حدیث شریف ہے کہ" الجنة تحت اقدام الامهات "سبحان اللہ ہے کوئی دوسرا ایسا رشتہ؟ جو ماں کے رشتے کی ہمسری کا دعویٰ کرے؟ علامہ اقبالؒ نے عورت کے وجود کو اس کائنات کی تصویر کا سب سے خوبصورت رنگ اور جُزو قرار دیا ہے کہ ع وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

دنیا کی تمام چکاچوند اور جہان ہست و بود کی رونقیں عورت ذات کی بدولت ہیں۔ یہاں اگرچہ علامہ اقبال کے شاعرانہ تخیل کے مطابق عورت سے مراد محبوب مجازی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حقیقی مفہوم محبوب مجازی نہیں بلکہ ماں کی ذات ہے جو عورت کا سب سے خوبصورت، دائمی اور انمٹ رنگ ہے، ایسا رنگ جو کبھی پھیکا نہیں ہوتا، ایسا نور جو ہمیشہ بڑھتا چلا جاتا ہے، ایسی رونق جو تمام محفلوں پر حاوی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ماں کے جوتوں پر ہزار محبوب مجازی وارے جاسکتے ہیں اور دنیا جہان کی سلطنتیں صرف اس کی ایک جھلک پر نثار کی جاسکتی ہیں اور اس کی ایک دعا کے بدلے میں بگڑی ہوئی عاقبتیں سنور سکتی ہیں۔ ماں قبلہ و کعبہ ہے ہر گھر کیلئے اور ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ماں کو شفقت کی صرف ایک نگاہ سے دیکھنا زیادہ بہتر ہے۔ ماں کی بدولت ہی انسانی زندگی میں بہار اور ہر گھر میں رونق ہوتی ہے۔ اسلام اور خصوصاً مشرقی معاشرے کی مرکزی اکائی ماں کی ذات ہے۔ جس کے اردگرد تمام رشتے اور خاندان کے افراد مجتمع ہوتے ہیں۔ جن گھروں میں ماں جیسی نعمت موجود نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بڑا مفلس کوئی نہیں اور ہائے افسوس کہ مفلسی کا یہ پیوند اب اپنی قبائے چاک میں بھی لگ چکا ہے۔ اور ایک ایسا دائمی درد سینے میں آپ کی جدائی سے پیدا ہو گیا ہے جس کی کسک اور خلش عمر بھر رہے گی۔ ہمارے گھر سے بھی شفقت و محبت کا چاند ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا جس کی دھیمی اور ٹھنڈی روشنی میں زندگی کی منزلیں آسانی و سکون سے کٹ رہی تھیں۔ جانے کس کی نظر اس چاند کو کھا گئی اور گھر کے آنگن میں شفقتوں اور محبتوں کا جو دریا بہہ رہا تھا نہ معلوم کیوں دستِ اجل نے اسے خاموش کر دیا اور گھر کو ویران کدہ بنا دیا۔ ؎ تم ماہ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

ہماری والدہ بظاہر ایک سادہ سی خاتون خانہ تھیں جو حقیقت میں اس ریا کار دنیا کے زیر و بم اور مکر و فریب سے کوسوں دور تھیں، لیکن ان کی اس سادگی پر ہوشیاری اور عقل و خرد کے ہفت اقلیم وارے جاسکتے تھے۔ آپ ایک ایسی ہستی تھیں جو حیاء کی مجسم مورتی، صبر و رضا کا پیکر، اور اس گئے گزرے دور میں مومنہ کاملہ کی زندہ جاوید تصویر تھیں۔ آپ باپردہ، سچی مشرقی مسلم خاتون تھیں جس کی حیاء و عفت کے قصے فرشتوں کے لئے بھی قابل رشک تھے۔ ممتا اور رشتہ مادریت کے جتنے تقاضے اور طور طریقے فطرت نے انہیں بخشے تھے ان سے بڑھ کر آپ نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی اور شفقتوں اور محبتوں کی ایسی داستان رقم کرگئیں کہ اس سے ماں کی عظمت و کردار کو آپ نے ایک نیا رنگ و روپ دیا اور آپ ایک مثالی و منفرد ماں بن گئیں۔

آپ غالباً ۱۹۴۳ء میں پشاور میں پیدا ہوئیں۔ وہیں پرورش اور کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کی، آپ کا خاندان پشاور کا ممتاز، معروف متموّل اور بااثر خاندان ہے۔ یہاں مَیں مختصراً اپنے نانا جان اور ان کے خاندان کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ہمارے نانا میاں حاجی کرم الٰہیؒ پشاور اور صوبہ سرحد کے ایک بڑے کاروباری سلسلے کے نگران اور مالک تھے۔ لیکن آپ پر تصوف اور روحانیت کا ایسا نشہ چڑھا تھا کہ دولت و ثروت کا جادو اور جاہ و حشمت کا خمار آپ سے منزلوں دور تھا، آپ کے کاروبار کی وسعت تقسیم ہند سے قبل بھی سمرقند اور بخارا اور بعد میں دہلی، بمبئی، سری لنکا اور افریقی ملک کینیا تک پھیلا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ہر وقت علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر رہتے اور اپنے وقت کے ان مشائخ اور علماء سے آپ کا گہرا تعلق تھا اور پشاور میں آپ کے گھر اور دفتر میں علماء و مشائخ کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا۔ آپ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے مرید بھی تھے اور مشہور روحانی و انقلابی رہنما حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے بھی عقیدت مند اور مددگار رہتے اس کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شکردرہ باباجی صاحبؒ (شبقدر) کے ساتھ بھی آپ کی گہری عقیدت اور دوستانہ مراسم تھے، لیکن خصوصیت کے ساتھ ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ آپ کا ایسا قلبی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو چکا تھا کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے اپنی لختِ جگر بیٹی کو اپنے شیخ، اپنے مرشد حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے گھر کی خدمت کے لئے ان کے بڑے صاحبزادے کے رشتہ میں دے دیا اور پشاور جیسے بڑے پررونق شہر سے آپ کو اکوڑہ خٹک جیسے دور افتادہ گاؤں میں بیاہ دیا جو کہ آپ کی ایک بڑی قربانی تھی۔ (یہ شادی ۱۹۶۰ء میں ہوئی) اس کے علاوہ آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر و بناء میں بھی دل کھول کر عطیات دیئے اور کئی درسگاہیں وغیرہ بھی بنوائیں۔ اسی طرح آپ کا یہ طریقہ تھا کہ تمام اساتذہ اور علماء کے لئے مختلف موقعوں پر نئے کپڑے، چغے اور دستاریں آپ کی طرف سے ہدیہ ہوا کرتی تھیں۔ رمضان میں پشاور کے

مختلف محلوں میں مساکین اور مسافروں کے لئے شربت کی سبیلیں اور دیگر لوازمات کا اہتمام بھی کراتے تھے اس کے علاوہ سینکڑوں مساکین اور بیواؤں کو ماہانہ وظیفے بھی خفیہ طور پر مقرر کیے تھے۔ (اور الحمدللہ اب آپ کے پوتے جناب الحاج فقیر حسین، ممتاز حسین، آفتاب اقبال، اور اعجاز حسین اپنے دادا کے سلسلہ کاروبار اور خیر وفلاح کے کاموں میں سب سے آگے ہیں) حاجی صاحبؒ کی دین و مذہب سے گہری وابستگی کی بناء پر آپ کے گھر میں بھی مذہبی رنگ زیادہ تھا۔ اس وقت آپ نے اپنی بیٹیوں کو سکول و کالج اور عصری تعلیم سے دور رکھا اور ایک خاص مذہبی ماحول میں اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت کی۔ ابھی ہماری والدہ مرحومہ چھ سات برس کی تھیں کہ ان کے سر سے والدہ کا سایہ ءرحمت بھی اٹھ گیا۔ والدہ جیسی نعمتِ کبریٰ سے بچپن ہی میں محروم ہو جانے کا دکھ آپ آخر تک محسوس کرتی رہیں۔ پھر بعد میں آپ کے والد ماجدؒ بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اس غم نے بھی آپ کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ چونکہ آپ ایک خاص علمی اور مذہبی گھرانے کی بہو بننے والی تھیں اس لئے خدا نے آپ کو شہری خواتین کے سے ناز نخرے بھی نہیں دیئے تھے، اور وہ آسانی سے ہمارے انتہائی مذہبی گھرانے میں گھل مل گئیں اور آپ کو کچھ دقت نہ ہوئی۔ آپ فطرتاً ایک خداترس، نیک، صالحہ، عابدہ، زاہدہ، مومنہ قانتہ، اعلیٰ صفات کی حامل، پاکیزہ کردار کی مالک اور عاجز طبع خاتون تھیں۔ آپ کی سب سے بڑی صفت جس کا ایک عالم گواہ ہے وہ آپ کی سخاوت ہے۔ ہم نے بچپن میں حاتم طائی کی سخاوت کے قصے کہانیوں میں پڑھے تھے لیکن جب ہوش سنبھالا تو حاتم طائی کی سخاوت ہماری والدہ مرحومہ کی سخاوت کے مقابلے میں بہت کم نظر آئی۔ محلے اور گاؤں کے نادار لوگوں کی مدد اور خصوصاً خواتین کے لئے کپڑے، روٹی سالن اور نقد عطیات وغیرہ دینا آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ کسی کو بھی اپنے گھر اور دہلیز سے خالی ہاتھ جانے نہیں دیتیں اکثر مفلوک الحال لوگوں کی حالتِ زار پر روتی رہتیں اور کوشش کرتیں کہ کوئی بھی قرب وجوار اور محلے میں دُکھی اور بھوک وغربت کے عذاب سے دوچار نہ ہو۔ اسی طرح گاؤں میں اگر کوئی مرجاتا یا بیمار ہو جاتا تو بھی آپ حزن ویاس میں ڈوب جاتیں اور عالم اسلام اور خصوصاً کشمیری، فلسطینی اور طالبان کی شہادتوں کی خبروں پر تو آپ کا کلیجہ کٹ جاتا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر　　سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس کے ساتھ آپ میں ایسی عاجزی اور انکساری تھی کہ میں نے زندگی میں کسی بھی خاتون کو اس قدر عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ باوجود آپ ایک رئیس ترین اور بڑے باپ کی بیٹی اور نامور خاندان کی چشم وچراغ تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سسر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کی بہو اور ایک عظیم شوہر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی زوجہ تھیں، دونوں طرف عزت وشہرت اور زندگی کی ہر قسم کی سہولیات کی فراوانی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ میں اس قدر عاجزی تھی کہ آپ سے صرف ایک بار بھی جو ملا تو وہ آپکی پُراثر، نرم خو، مشفق شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ ہماری والدہ مرحومہ اکثر ہمارے ساتھ کھانے پہ اس بناء پر شریک نہ ہوتیں کہ گھر کی

نوکرانیاں کیوں اکیلے کھانا کھائیں گی؟ اور بعد میں انہی کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ جاتیں۔ آپ کا کھانا بھی قوت لایموت کے مصداق ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ہمارے گھر میں ایک خدمت گار خاتون جو والدہ مرحومہ سے عمر میں کچھ بڑی تھیں، اور ہمارے ہاں برسوں مقیم رہیں لیکن ہماری والدہ مرحومہ ہی ان کیلئے خود اپنے ہاتھوں سے چارپائی اٹھا کے لاتیں اور لے جاتیں بلکہ الٹا سارا دن ان کی خدمت میں مصروف رہتیں۔ اسی طرح آپ ہمیشہ خدمت گاروں کیساتھ مل کر ان سے زیادہ کام کاج میں ہاتھ بٹاتیں۔ میں اگر چہ ان کی بڑھتی ہوئی عمر اور بیماری کے باعث انہیں کام کاج سے منع کرتا لیکن ان کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا کہ مساوات اچھی چیز ہے اور آخر خادم بھی تو انسان ہوتے ہیں۔ ان واقعات سے آپ کی مشفق شخصیت کا ایک بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور وہ پہلو صلہ رحمی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ صدی میں اس قسم کے بڑے کردار کی حامل خواتین اور مثالی مائیں بہت ہی کم دیکھنے کو ملیں گی۔ ع اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لیکر

ہماری والدہ مرحومہ کو قدرت نے قناعت کی دولت بھی بڑی فراوانی کے ساتھ بخشی تھی، آپ کی نگاہ میں دنیا بھر کی دولتیں اور جاگیریں ہیچ تھیں۔ اکثر عورتوں میں دکھاوا، حرص، لالچ، کینہ پروری، اکھڑ پن، حسد، نمائش اور مقابلے کی عادات ہوتی ہیں لیکن الحمدللہ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری والدہ مرحومہ کی کتابِ زندگی میں یہ الفاظ نہ صرف اجنبی بلکہ ناپید تھے۔ کبھی کسی بھی موقع پر آپ نے اوروں سے مقابلے یا دکھاوے کے لئے ہمارے والد صاحب مدظلہ یا ہم سے کوئی فرمائش نہیں کی جو کہ ایک بڑی بات ہے۔ زندگی میں کبھی بھی ہم سے روپے وغیرہ طلب نہیں کئے۔ حالانکہ ہم دونوں بھائی ہر وقت آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے۔ لیکن آپ ہمیشہ یہ رقم لوٹا دیتیں کہ میرے شوہر الحمدللہ زندہ ہیں اور مجھے کوئی ضرورت نہیں اور ڈھیروں دعاؤں سے ہمارا دامن بھر دیتیں۔ حالانکہ اکثر مائیں بچوں سے لڑتی ہیں کہ تم ماں کا خیال نہیں کرتے اور اگر ہم بہن بھائی امی کو اپنے ساتھ کہیں لے جاتے یا کھلانے پلانے پر اصرار کرتے تو آپ حیاء سے سرخ ہو جاتیں اور ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے آپ ایک مہمان ہیں اور ہم مہمان کو زبردستی کھلا رہے ہیں، صرف ایک دو نوالے مروّت میں لے لیتیں اور پھر وہی درجنوں دعائیں۔ آپ نے زندگی ایسے سلیقے اور قرینے سے گزاری کہ وہ ہمارے خاندان اور گاؤں کے لئے ایک روشن مثال بن گئیں۔ گھر داری، خانگی امور، بچوں کی تربیت، شوہر کی بے مثل و بے نظیر خدمت، گھریلو تقریبات کے لئے تیاری اور مہمانوں کے لئے انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمے ہوتا۔ مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں بھی آپ کا ثانی نہیں تھا۔ ہمارا گھرانہ چونکہ مذہبی ہونے کے علاوہ سیاسی گھرانہ بھی ہے اسی باعث ہر وقت مہمانوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے، حضرت دادا جانؒ کے زمانے سے ہمارے آبائی گھر میں ہر وقت اکابرین امت، سیاسی زعماء کی آمد آمد رہتی۔ گھر کی بڑی بہو ہونے کے ناطے تمام انتظامات ہماری دادی جانؒ کی خواہش کے مطابق آپ ہی کرتیں۔ اور پھر ہمارے دادا جانؒ کی بھی یہی خواہش ہوتی کہ چونکہ آپ پشاور کی رہنے والی ہیں اور مہمانوں کی آؤ بھگت اور مختلف کھانوں کے پکانے میں مہارت رکھتی ہیں اسی لئے وہ بھی آپ

ہی سے کام سنبھالنے کیلئے کہتے اور الحمدللہ ہماری والدہ مرحومہ نے اس بڑے گھر اور اس عظیم سسر کی زندگی بھر ایسی خدمت کی، کہ سب نے اس پر آفرین کہا۔ بہت سے قارئین کو شاید اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی ادوار میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے۔[illegible]ٹی اور سالن ہمارے گھر میں ہی تیار ہوتا اور درجنوں افراد کے لئے روٹی تنور پر بنانا اور وہ بھی لکڑی اور دھوئیں کی آگ پر اور اس کے ساتھ بڑے بڑے دیگچے بھی تیار کرانا ایک مشکل مرحلہ تھا۔ لیکن الحمدللہ یہ خدمت بھی ہماری والدہ محترمہؒ نے برسوں ہنسی خوشی بلکہ سعادت سمجھ کر کی۔ اور ہماری دادی جان مرحومہ کے ساتھ گھر کی ساری ذمہ داریوں میں بھی ہاتھ بٹاتی رہتیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے اس ہنستے بستے' کھلتے کھلاتے وسیع وعریض گلشن میں ہماری والدہ مرحومہ کی خدمات بھی پس پردہ شامل ہیں اور یقیناً اس صدقہ جاریہ سے آپ کا دامن بھی تا ابد مہکتا رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری والدہ مرحومہ نے تمام عمر زندگی کے ہر گرم وسخت موڑ پر ہمارے والد صاحب مدظلہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ کہتے ہیں کہ ایک کامیاب مرد کے پیچھے ہمیشہ ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے تو اس بات کو بھی ہماری والدہ مرحومہ نے سچ کر کے دکھایا۔ جب تک صحت اور حالات نے ساتھ دیا تو والد صاحب مدظلہ اور ان کے مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ والد صاحب مدظلہ کی زندگی کا اکثر حصہ اندرون ملک و بیرون ملک اسفار اور گوناگوں سیاسی مصروفیات اور دوروں میں گزرا۔ اسی طرح قید و بند کی منزلوں سے بھی آپ گزرے لیکن آپ نے ہر موڑ اور ہر سخت موقع پر آہنی چٹان اور ایک وفا شعار بیوی کی طرح اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔ اور کبھی ان کی دینی وسیاسی مصروفیات اور طوفانی دوروں کی کثرت کی شکایت نہیں کی اور نہ ہی ان سے بیزاری ظاہر کی حالانکہ اکثر بیویاں شوہروں کی مصروفیات اور اسفار پر ناراض ہوتی ہیں۔ لیکن ہماری والدہ مرحومہ کا خمیر صبر ورضا اور قربانی وایثار سے اٹھا تھا' اس لئے آخر تک آپ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب زندگی کے آخری ایام میں مرض کی شدت کے باعث آپ کسی کو بھی نہیں پہچان سکتی تھیں اور کھانا پینا اور دوائی لینا بھی چھوڑ دیا تھا' تو ہماری والدہ مرحومہ کی خصوصی خادمہ (گلاب بی بی جنہوں نے بیماری کے دوران ان کی لازوال خدمت کی۔ اس طرح ہماری بڑی بہن باجی نفیسہ شفیق نے بھی اپنی ماں کی مثالی خدمت کی) وہ چپکے سے کان میں کہتیں کہ راشد کے ابو یہ چیز لائے ہیں اور یہ آپ کو ضرور کھانی ہے ورنہ وہ ناراض ہوجائیں گے اور آپ ان کے نام کی وجہ سے وہ چیز اور دوائی کھالیتیں۔ یہ معمول مرتے دم تک ان کا رہا۔ بقول ذکی کیفی مرحوم کہ ؎

تجھ پر مرنے کے سوا کیا کرتے　　　ہم تیرے نام پر جینے والے

اسی طرح ان کا ایک اور بڑا وصف اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرنے کا ہے۔ میں نے ان جیسی صابرہ و شاکرہ خاتون کبھی نہیں دیکھی' خوشی اور غم دونوں موقعوں پر صابر و شاکر رہتیں اور جب گزشتہ چودہ پندرہ ماہ سے آپ شدید بیمار ہونا شروع ہوئیں' حتیٰ کہ آپ نے آخری چند ماہ اتنی تکلیف اور کمزوری میں گزارے کہ اسکا تصور بھی محال ہے لیکن جب بھی کوئی پوچھتا کہ طبیعت کیسی ہے تو آپ جواب میں کہتیں کہ الحمدللہ میں اللہ سے راضی ہوں۔ بہت بہت شکر ہے۔ آخر دم تک

ہر بات آپ مرض نسیان کے باعث بھول گئی تھیں لیکن کلمہ شکر آپ کی زبان سے نہیں اترا اور اسی طرح لفظِ اللہ کا ورد بھی آخر تک جاری رہا۔ ؎ آپ ہی کے نام سے پائی ہے ہم نے زندگی ۔ ختم ہوگا اب یہ قصہ آپ ہی کے نام پر

عبادات، صدقات اور نمازوں کا اہتمام آپ کی زندگی کا اصل نصب العین تھا۔ زندگی بھر اول اوقات میں نماز پڑھنے کی آپ کی عادت تھی۔ تمام کام اور گھریلو امور بعد میں، پہلے نماز یہ آپ کا پکا اصول تھا۔ آپ علی الصبح جاگا کرتی تھیں، اور نماز و وظائف میں تادیر ڈوبی رہتیں۔ سارا گھر صبح کے وقت آپ کے مترنم وظائف اور اوراد سے منور ہوتا اور پھر رمضان میں تو تہجد اور دعاؤں سے آپ کو ایسا شغف ہو جاتا کہ آپ مصلّے ہی کی ہو جاتیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہماری والدہ محترمہ نے ہمیں اتنا دعاؤں میں یاد کیا ہے اور اتنا رو رو کر ہماری دینی اور دنیاوی امور میں اللہ سے کامیابی و رہنمائی مانگی ہے کہ انشاء اللہ تادیر ان کا اثر و سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رہے گا اور اگر بظاہر دیکھا جائے تو برادرم مولانا حامد الحق حقانی کی کم عمری میں قومی اسمبلی کی ممبری اور سیاسی و سماجی میدان میں کامیابی اور مجھ جیسے ناکارہ کے کندھوں پر "الحق" جیسی وقیع مجلہ کی ادارت اور کوچہ صحافت و ادب میں ورود اور قلم و قرطاس سے وابستگی انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم

حرمین شریفین کی زیارت بھی الحمد للہ آپ نے دو مرتبہ کی، پہلی مرتبہ 1987ء میں عمرہ کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی تو محرم اور خادم کے طور پر قرعہ فال اس گنہگار و سیاہ کار کے حصہ میں نکلا اور ایک یادگار مبارک سفر آپ کی معیت میں مجھے حاصل ہوا۔ قلم اور دل اس یادگار سفر کے بیان سے عاجز ہیں۔ بس یوں سمجھئے کہ جنت کے سائے میں جنتوں کے نظارے کئے اور خدمت کی وہ متاع گراں سفر میں حاصل ہوئی جس سے کائنات کے تمام خزانے محروم ہیں۔ پھر 1993ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی اور برادرم مولانا حامد الحق حقانی نے آپ کی خدمت کی سعادتیں حاصل کیں۔ اس کے بعد بھی آپ کی حرمین کیلئے تشنگی بڑھتی گئی اور خصوصاً مدینہ منورہ اور حضور پاک ﷺ کے ساتھ آپ کی عقیدت اور محبت ایسی ہوگئی تھی کہ آپ صبح شام اور ہر لمحہ اسی کے ذکر خیر سے زندہ رہنے لگیں۔ پھر آخری ایام اور مہینوں میں تو اس کثرت سے مدینہ طیبہ اور گنبد خضرا کے مکینوں کو یاد کر کے روتیں کہ آپ پر وجد و کیف کا سماں طاری ہو جاتا۔ آپ کی بھی یہ آخری خواہش اور میری بھی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ ایک بار پھر اپنی عاشق رسول ﷺ والدہ مرحومہ کو حرمین شریفین اور خصوصاً مدینہ طیبہ لے جاسکوں اور آپ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر طواف کعبہ کروں، لیکن آپ کی صحت کی خرابی اور میری کم نصیبی نے میری اور امی جان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے ۔ بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

تعلیم کے شعبے میں بھی ہماری والدہ نے ہماری بھرپور رہنمائی اور خدمت کی۔ والد صاحب اکثر مصروفیات سفار کے باعث گھر سے باہر ہوتے لیکن والدہ مرحومہ نے ہماری پڑھائی پر بھرپور توجہ دی۔ میری تعلیم کے تقریباً چار

مرحلے گزرے ہیں ایک ابتدائی زمانہ جس میں سکول کی پڑھائی تھی اس میں بھی آپ نے بھرپور توجہ دی پھر بعد میں حفظ کا دور تھا، جس میں میری والدہ مرحومہ نے ایسا اہتمام کیا اور اتنی مشقتیں میرے لئے برداشت کیں کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ علی الصبح اذانوں سے پہلے مجھے تیار کرتیں، ناشتہ اور کپڑے وغیرہ دیتیں اور اہتمام سے کسی کے سپرد کر کے دارالحفظ بھیجتیں اور رات دس گیارہ بجے تک میرا بے چینی سے انتظار کرتیں اور سخت سردی اور گرمی میں بھی میرے انتظار میں دروازے کے پیچھے کھڑی ہوتیں تا کہ ایک منٹ بھی مجھے باہر کھڑا نہ ہونا پڑے۔ پھر ہر پارے کے اختتام پر سارے دارالحفظ کے اساتذہ اور درسگاہ کے ساتھیوں کے لئے چائے اور کھانے کا زبردست اہتمام کرتیں۔ تا کہ اس سے میری دلجوئی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے تین ساڑھے تین برس میں میرے ساتھ جو مشقت اٹھائی اس کا بھی عنداللہ انہیں عظیم اجر ملے گا۔ پھر ایک دور میرا کراچی اور مصر کے طالبعلمی کا تھا' دو سالہ فراقت میں آپ نے ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے میری بڑی ڈھارس بندھائی اور بڑی چاہتوں سے طرح طرح کی نعمتیں بھی مجھے وہاں ارسال کرتی رہتیں، چونکہ میں آپ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اسی لئے میرے حصے میں آپ کی شفقتیں اور محبتیں زیادہ آئیں۔ اس طرح دارالعلوم کی پڑھائی میں بھی آپ نے ہمارا بھرپور ساتھ دیا اور ہر وقت دادا جانؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے نصیحتیں فرماتیں اور جب کبھی میں پڑھائی سے تھک جاتا یا کچھ اور عوامل درمیان میں آتے تو عزم اور ہمت کی تلقین کرتیں اور کہتی کہ اپنے والد اور دادا جانؒ کے مقام کو دیکھو، یہ سب عزت و شہرت علم کی بدولت ہی انہیں نصیب ہوئی۔ پھر جب میں نے حفظ مکمل کیا تو آپ نے گھر میں ایسی تقریب کا اہتمام کیا اور ایسی خوشی کا اظہار کیا کہ گویا میری شادی ہو رہی ہے۔ اسی طرح حامد بھائی اور میری تقاریب دستار بندی بھی تاریخی نوعیت کی ہوئیں اور اس موقع پر بھی ہماری والدہ مرحومہ پھولے نہیں سما رہی تھیں اور میں نے صرف ان مواقع پر اپنی عاجز طبع والدہ مرحومہ کے چہرے اور آنکھوں میں فخر و افتخار کی چمک دیکھی۔ گویا ان کی زندگی کا سب سے بڑا خواب پورا ہو گیا۔ والدہ مرحومہ جو مہر و وفا کا پیکر اور شفقت و محبت کی ایک علامت تھیں' کا ذکر کرتے کرتے میں نے غالباً کچھ زیادہ ہی طوالت کر لی اور غمنامہ حسرت کچھ دراز ہو گیا' لیکن ۳۳' ۳۴ سالہ رفاقت اور شفقت و محبت کی داستان کو سمیٹنے اور اپنے غمزدہ نفسہائے درد کو بہلانے کیلئے مجھے آپ قارئین کا سہارا ہی لینا پڑا۔

غم پنہاں کہ بے گفتن عیاں است چو آید بر زباں یک داستاں است

پھر اس کے ساتھ قلم اور دل دونوں نے انکے آثار و مناقب بیان کرنے میں جو صبر و قرار اور تسکین و راحت حاصل کی ہے وہ بھی ایک بڑی متاع ہے۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ مرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

ہماری والدہ مرحومہ کی عمر تقریباً ۶۵' ۶۶ برس تھی' آپ کی صحت یوں تو ماشاء اللہ اچھی تھی اگرچہ چھوٹی موٹی بیماریاں آپ کو شروع سے رہیں لیکن اب دو تین سالوں سے کچھ کچھ حافظے میں کمی محسوس ہو رہی تھی۔ کئی ڈاکٹروں سے علاج و معالجہ جاری رہا' لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بیماری میں اضافہ ہوتا رہا اور آپ کی صحت دھیرے دھیرے کمزور

ہوتی گئی۔لیکن اس دوران ہم نے ہمت نہیں ہاری اور آخر وقت تک پاکستان‘ امریکہ اور انگلینڈ تک کے ماہر معالجوں سے اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کی۔لیکن کہیں سے کوئی کامل مسیحا اور نسخہ کیمیاء ہاتھ نہیں آیا۔ ؎

میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی　　ابن مریم ہوا کرے کوئی

اور　ع　کس کو آتی ہے مسیحائی کسے آواز دوں؟

پاکستان کے مختلف ہسپتالوں میں بھی ہم اس امید پر والدہ مرحومہ کو لے جاتے رہے کہ کہیں سے کوئی مسیحا‘ شفائے عاجلہ یا آب دوام میسر ہو سکے‘ لیکن وہی بات کہ　ع　مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پھر اس رمضان میں میں اور برادرم مولانا حامد الحق والدہ ماجدہ مرحومہ کیلئے عمرہ ادا کرنے کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے۔اور اپنے ربؐ اور اپنے حبیبؐ کی مسجدوں (حرمین) میں والدہ مرحومہ کیلئے زندگی اور صحت کی دعائیں مانگتے رہے لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا آپ کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اور ہم افراتفری میں واپس ہوئے۔عید کے فوراً بعد آپ کو پشاور ہسپتال میں بھی داخل کیا گیا اور پندرہ بیس دن آپ وہاں پر رہیں۔اگر چہ کچھ چھوٹی بیماریوں سے آپ کو افاقہ ہوا‘ اس لئے ڈاکٹروں نے انہیں گھر واپس بھیج دیا۔لیکن اس دوران کمزوری اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی‘ خوراک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی‘ اور صرف ادویات‘ ڈرپس سے کام چل رہا تھا‘ لیکن بخار ڈیڑھ ماہ سے اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔آخری شام بھی جب میں ڈاکٹر کو معمول کے معائنے کیلئے لایا اور انہوں نے بھی ہر ممکن کوشش کی کہ بخار کسی طرح کم ہو جائے پھر رات تک بخار کنٹرول بھی ہو گیا تھا۔رات کے گیارہ بجے ان کے کمرہ میں جب میں دوبارہ حاضر ہوا تو امی جان جاگ رہی تھیں‘ کچھ دیر ان کے پاؤں دبانے اور معمول کی خدمت کی توفیق حاصل ہوئی لیکن آپ کے چہرے مبارکہ پر اس قدر کمزوری اور نقاہت کے گہرے آثار دیکھ کر بے اختیار میری چیخیں نکل گئیں اور دیر تک انکے پاؤں کے قریب سر جھکا کر روتا رہا۔اگر چہ سب نے سمجھایا بھی کہ حوصلہ کرو معمولی بخار ہے لیکن شاید یہ آخری رات تھی ہماری والدہ مرحومہ کی ہمارے ساتھ اسی لئے سینہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا تھا۔صبر و رضا کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔ ؎　رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے　آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

پھر کچھ دیر بعد ان کی آنکھ لگ گئی تو میں اپنے کمرے میں مضمحل اور کبیدہ خاطر ہو کر چلا گیا۔صبح ساڑھے پانچ بجے اچانک کسی مخفی قوت نے مجھے جگایا اور فوراً ان کے سرہانے گیا لیکن آپ معمول کے مطابق سو رہی تھیں۔اور آپ کی خادمہ نے مجھے بتایا کہ رات کو آپ سکون سے سوتی رہیں۔میں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا‘ اذانِ فجر میں کافی وقت باقی تھا میں نے کچھ دیر لیٹنا چاہا لیکن نہ جانے نیند کیوں غائب تھی۔اذان فجر کے ساتھ اٹھا اور فوراً ہی نماز پڑھی اور معمول کے مطابق والدہ مرحومہ کے سرہانے سورہ یسٰین اور دیگر وظائف پڑھنے کے لئے گیا جو کہ میرا ہمیشہ سے معمول تھا‘ تو محسوس ہوا کہ بخار میں شدت ہے۔فوراً اپنی اہلیہ کو نالجین گولی‘ آبِ زم زم اور شہد میں ملا کر پلانے کیلئے کہا اور ساتھ میں چائے بنانے

کیلئے بھی اور خود والدہ مرحومہ کے پاؤں دبانے لگا لیکن ان کی طبیعت مجھے اچھی محسوس نہیں ہوئی' گھبرا کر اہلیہ کو بھی آواز دی اور دونوں نے سورہ یٰسین کی تلاوت بیماری اور بخار میں کمی کی خاطر شروع کی لیکن چند لمحوں میں ہی میری کائنات کی سب سے محبوب ترین ہستی اور جنت ۔ نے پلک جھپکنے میں اس ناکارہ بیٹے کے ہاتھوں میں دم دے دیا۔ اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے علی اعلیین کی سمت پرواز کر گئی۔ اور آناً فاناً اک عمر کی بیقراری و بیماری کو قرار آ ہی گیا اور آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۔یہ ۱۹ جنوری ۲۰۰۴ء بروز پیر بمطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ کا مبارک دن اور صبح کے ۶:۵۰ کا نورانی وقت تھا اور اشہر حرام اور ایام حج کا مبارک زمانہ بھی تھا۔ یہ سب نیک علامتیں آپ کی خوش بختی پر دال ہیں۔ لیکن مجھے پھر بھی اس قیامت کے برابر حادثے کا اعتبار نہیں آ رہا تھا اور نہ دل مان رہا تھا کہ میری دنیا لُٹ چکی ہے اور میرے سر پر آسمان گرا دیا گیا ہے اور شفقتوں اور رحمتوں کا سائبان ہم سے ہمیشہ کیلئے چھن گیا ہے۔ اس وقت دل میں ایسا درد اٹھا کہ زندگی بھر میں نے ایسا درد نہیں دیکھا' گھبرا کر ڈاکٹر احمد علی آفریدی صاحب (ہمارے گھریلو معالج) کو فون کیا کہ شاید امی جان بے ہوش ہیں' اتنے میں ڈاکٹر صاحب نے آ کر آپ کی وفات کی تصدیق بھی کر دی لیکن دوسری جانب مَیں بے اختیار اپنی والہانہ محبت وعقیدت کی وجہ سے اِن کی زندگی کی ابھی مزید دعائیں مانگ رہا تھا۔ لیکن قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اور ہم سب کو ایک ایک کر کے اس کے حضور حاضر ہونا ہے' خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دنیا میں بھی مثالی زندگی بسر کرتے ہیں اور بندگی و خدمت کی ایسی مثال قائم کرتے ہیں کہ ان کا جینا بھی نرالا ہوتا ہے اور ان کا مرنا بھی مثالی۔ جب اس عظیم خاتون کا جنازہ اٹھا تو پورے گاؤں اور علاقہ بھر کی خواتین کے جذبات قابل دیدنی تھے۔ دادا بزرگوار شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے جنازے کے بعد آپ کا سب سے بڑا جنازہ تھا' جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ بڑے بڑے علماء' مشائخ نیک بندگان خدا' طالب علم' اور صلحاء نے ملک بھر سے شرکت کی جو آپ کی بخشش اور سعادت کی واضح دلیل ہے۔ ان کے علاوہ گورنر' وزیر اعلیٰ سرحد' وزراء' اراکین قومی وصوبائی اسمبلی اور اراکین سینٹ نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی ان کے علاوہ ملک بھر کے سیاسی رہنما' مرکزی اور صوبائی حکومت کے وزراء اور اعلیٰ سول فوجی عہدیداروں نے بھی شرکت کی۔ پھر اسی شام کو ایوانِ بالا سینٹ آف پاکستان میں مرحومہ کی وفات پر قرارداد تعزیت بھی پاس ہوئی اور ایوان میں دعائے مغفرت بھی کی گئی۔ نماز جنازہ بوقت عصر پونے پانچ بجے حضرت والد صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ برادرم مولانا حامد الحق ایک کانفرنس میں شرکت کیلئے انڈیا گئے ہوئے تھے' آپ کو صبح ہی اطلاع دی جا چکی تھی اور آپکی یہ خواہش تھی کہ تدفین کیلئے میرا انتظار کیا جائے چنانچہ آپ بڑی مشکلات سے براستہ کراچی اسلام آباد پہنچے گو کہ نماز جنازہ میں آپ شرکت نہ کر سکے لیکن آپکے انتظار میں تابوت کو دارالعلوم کے قبرستان میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس دوران ممتاز علمی وروحانی مشائخ اور شخصیات اپنی پراثر مواعظ اور ارشادات سے حاضرین کو مستفید کرتے رہے' دو گھنٹے کے انتظار کے بعد رات سات بجے برادرم

مولانا حامد الحق حقانی بھی پہونچ گئے اور اپنی ماں کا آخری دیدار بھی انہیں نصیب ہو ہی گیا۔

ع بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

اپنی مرحومہ دادی جان کے پہلو میں اور عظیم جدِ امجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سرہانے آپ کی قبر تیار تھی۔ ہم دونوں بھائیوں نے اپنی جان سے پیاری ماں کا تابوت ایک بڑے کرب سے لحد میں اتارا اور یہ کہا کہ ؎

توعزم سفر کردی و رفتی ز برِ ما بستی کمرِ خویش شکستی کمرِ ما

اور اپنی جنت اور کائنات کو اس امید پہ خاکِ لحد کے سپرد کیا کہ کچھ ہی دیر بعد ارواح مقدسہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ہماری دادی جانؒ اور بہشتی فرشتے اس قبرستان کے نئے مکین کو ان آیات کے ذریعے بشارت دیتے ہوئے استقبال کیلئے انہیں جنت میں لے جانے کیلئے آنے والے ہی ہوں گے۔ یآ ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضية مرضية. فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا! نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا!
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اظہار تشکر بنام تعزیت کنندگانِ محترم

میری اہلیہ مرحومہ کے سانحہ وفات کے موقع پر جو حضرات جنازہ میں شرکت و تعزیت کے لئے تشریف لائے اور اس کے علاوہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب و ختماتِ قرآن کی محافل منعقد کیں اس سے نہ صرف مجھے بلکہ میرے پورے غمزدہ خاندان کو صبر اور حوصلہ ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ موت برحق ہے دنیا فانی ہے۔ ہم سب نے عالمِ جاودانی میں جانا ہے جو اصل زندگی ہے وان الدار الاخرة لھی الحیوان میں اور مرحومہ کی اولاد برخوردار مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے مولانا راشد الحق حقانی سمیت پورا خاندان آپ کے تعزیتی ٹیلیگرامز خطوط ٹیلیفونز اور خود زحمت کر کے یہاں قدم رنجہ فرمانے پر دل و جان سے شکرگزار ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کی محبت اور خلوص کے صدقے مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں بہترین مقاماتِ قرب و رضا پر فائز فرمادے۔ (امین) مرضی مولیٰ پر بجز صبر و شکر کے چارہ نہیں۔ آپ حضرات کی عافیت و سرخروئی دارین کے لئے ہم سب دست بدعا ہیں۔

والسلام

(مولانا) سمیع الحق سینیٹر

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حافظ محمد ابراہیم فانی

اشکہائے دردو جذباتِ غم

۲۰۰۴ء

بسانحہ وفات اہلیہ محترمہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سینٹر و مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ووالدۂ ماجدہ مولانا حامد الحق حقانی ایم۔این۔اے و حافظ راشد الحق سمیع مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ہو گئی اک نیک طینت یا خدا زیرِ زمیں
جس کی عظمت کا زمانہ معترف ہے بالیقیں

جس کا زیور تھا فقط اک سیرتِ زہرہ بتولؓ
جس کی قسمت میں لکھی تھی خدمتِ دینِ متیں

جس کی رحلت پر ہے گویا ایک عالم وقفِ غم
بزمِ حقانی پہ آئی ساعتِ حشر مبیں

روز و شب جو ذکر ویادِ رب میں تھی مشغول آہ
قصہ کرب و الم کیسے سناؤں ہم نشیں

وقتِ تدفین و جنازہ تھا ہجوم صالحاں
موت تھی اللہ ان کی کس قدر رشک آفریں

یہ نہیں ہے ایک ذاتی سانحہ شیخ سمیع
واقعہ اک فاجعہ ہے یہ برائے اہل دیں

حامد و راشد پہ اُف آیا نہیں تنہا یہ غم
نالہ ریز و نوحہ زن ہے گردشِ چرخ بریں

عالم برزخ اسی کا یا خدا پرنور ہو
عرصہ محشر میں شافع ہو وہ ختم المرسلین

ہاتفِ غیبی سے پوچھا میں نے جب فرقت کا سال
آ گئی آواز یہ بفان خلوھا خالدین
۱۴۲۴ھ

ہائے وہ مغفورۃ اللہ سوئے جنت گئی
۱۴۲۴ھ
عالمِ امکاں میں مولاوہ عفیفہ اب نہیں

بس سوالِ فانی عاجز ہے یہ صبح و مسا
جنۃ الماویٰ مقام اس کا ہو رب العالمیں

☆ ☆ ☆

حافظ محمد ابراہیم فانی

قطعہ سن فوت ورحلت

۱۴۲۴ھ

جب باغمِ فراق ہے فانی یہ زندگی

۱۴۲۴ھ

تصویر عجز و فقر سراپا نہیں رہی
عفت مآب صورتِ تقویٰ نہیں رہی

بس مہر ومحبت برائے حامد و راشد
ثانی کیلئے نعمتِ عظمیٰ نہیں رہی

خاتون پاک سیرت وبانوئے نیک ذات
وہ وادیء محمد و طوبیٰ نہیں رہی

عمار اور نفیسہ حذیفہ کے واسطے
شفقت کا محبت کا وہ ماویٰ "نہیں رہی"

ہم نام اپنی آمنہ حامد بھی دیکھتی
اے کاش وہ بادیدۂ بینا نہیں رہی

جس کا وجود باعثِ فیضان لطفِ رب
آہ اب وہی مغفورہ اللہ نہیں رہی
(۶ + ۱۴۱۸)

جب باغم فراق ہے فانی یہ زندگی
اب زیست میں دنیا کی تمنا نہیں رہی۔
۱۴۲۴ھ

بشروها بالفوز وبالمغفرة

۲۰۰۴ع م

واتاريخ فرقتها

۲۰۰۴ع م

ففي العقبى لها آلاء خلد
وفي نعماء جنات قراها

أأرخ عام فرقتها بناح
(۶۱)
بحق محمد طابت ثراها
(۱۳۲۱)

۶۱ + ۱۳۲۱ = ۱۳۸۲ ھ ش

از: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
انٹرویو : شرمین عبید اور ٹی وی ٹیم
ضبط و ترتیب : حافظ عرفان الحق حقانی

پاکستان عالمی دہشت گردی کے نرغے میں

امریکی ٹیلی ویژن پی بی ایس (PBS) کو دیا گیا انٹرویو

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا ملک کی داخلی خارجی صورتحال، ایٹمی سائنسدانوں کی تفتیش، پاک و ہند امن مذاکرات، مسئلہ کشمیر، صدر پاکستان پر قاتلانہ حملے، دینی مدارس اور تنظیموں پر پابندی وغیرہ حساس مسائل پر اہم انٹرویو۔ یہ انٹرویو امریکہ کے شہرہ آفاق ٹی وی چینل پی بی ایس (پبلک براڈ کاسٹنگ سسٹم) کیلئے معروف صحافیہ مس شرمین عبید نے لیا جو اس مقصد کے لئے مختصر دورے پر امریکہ سے آئی تھیں۔ یہ انٹرویو 11 فروری 2004ء کو مولانا کی رہائش گاہ پر لیا گیا۔ جسے ٹیپ ریکارڈ سے حافظ عرفان الحق حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے قلمبند کیا۔

صدر پر قاتلانہ حملے:

س: مولانا! آپ بتائیں کہ صدر پرویز مشرف کی زندگی پر اتنے حملے کیوں ہو رہے ہیں؟

ج: وہ دوطرفہ دباؤ کے شکار ہیں، بیرون ملک جو اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ سب عالم اسلام کے خلاف اکٹھی ہوگئی ہیں، خاص طور پر انہوں نے پاکستان کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ اور وہ صدر پرویز مشرف پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور ان سے وہ کام کروانا چاہتے ہیں جو کہ ہمارے ملک کے مزاج، نظریہ، تاریخ اور اس ساری صورتحال کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتے۔ اب ایک راستہ تو یہ تھا کہ صدر مشرف ڈٹ جاتے اور استقامت کی راہ اختیار کرتے اور وہ کہتے کہ ہم ایک آزاد قوم ہیں، ہماری اپنی ایک شناخت اور تشخص ہے۔ آپ کے دباؤ پر ہم سب کچھ تبدیل نہیں کر سکتے۔ آپ ہمیں آزاد اور خوددار قوم کی حیثیت سے اپنے حال پر چھوڑیں، آپ کے ساتھ دوستی رہے گی لیکن ہم سے وہ کام نہ کروائیں جو ہمارے مزاج تشخص، دین، آزادی اور خودداری کے منافی ہوں۔ لیکن وہ بیچارہ یا تو اپنے آپ کو حالات میں پھنسا ہوا سمجھتا ہے۔ یا وہ سمجھتا ہے کہ موجودہ راستہ اختیار کر کے میں ملک کو بچا سکوں گا۔ دوسری طرف وہ طبقے ہیں، جو ان اقدامات سے ناخوش ہیں، جنہوں نے افغانستان میں قربانیاں دیں، عراق کی صورتحال اور امریکی عزائم ان کے سامنے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ

اس طرح تو ہماری آزادی سلب ہو رہی ہے۔ وہ امریکہ کی ظالمانہ اور جارحانہ ظلم و بربریت کا شکار ہو رہے ہیں تو ایسے لوگ ردعمل میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ مگر انہیں اب تک بے نقاب نہیں کیا جا سکا۔ یا پاکستان دشمن بیرونی قوتیں ہیں جو اس صورتحال سے فائدہ لینا چاہتی ہیں۔ اور پرویز مشرف کو نشانہ بناتی ہیں، تا کہ پاکستان میں عدم استحکام ہو اور رہا سہا سیاسی سٹ اپ بھی تہس نہس ہو جائے۔ چکی کے ان دو پاٹوں میں وہ بیچارہ پس رہا ہے۔ اس کو خودداری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا دشمن کو سمجھانا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں قوم کا ایک خاص مزاج ہے، دینی مزاج ہے اور دینی قوتیں ہیں، پارلیمنٹ ہے، اس سب کچھ سے بالا بالا ہم آپ کی مرضی پر نہیں چل سکتے۔ اس سے پہلے بھی یہ دباؤ تھا نواز شریف اور بے نظیر کے زمانہ میں حکمرانوں سے پالیسیاں بنوائی جا رہی تھیں مگر وہ ذرا احتیاط اور قوم سے ڈرتے ہوئے کچھ اقدامات کرتے تھے۔ جبکہ موجودہ صدر صاحب کا انداز یہ ہے کہ وہ بہت جلد ان کی باتوں اور دباؤ میں آجاتے ہیں یا ان کا خیال ہوگا کہ اس طرح میں ملک کو بچا لوں گا، ورنہ تو یہ ملک بھی کھنڈر بن جائے گا۔

پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور درپیش خطرات:

س: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ پاکستان کے نیوکلیئر سورسز پر نظریں جمائے ہوئے ہے؟

ج: اب سے نہیں بلکہ بہت ہی پہلے جب پاکستان نے اس کے بنانے کا ارادہ کیا تھا اسی وقت سے امریکہ کو یہ برداشت نہیں تھا وہ کسی بھی اسلامی ملک کو دفاعی لحاظ سے مستحکم نہیں دیکھنا چاہتا اس کا جو پروگرام اور منصوبہ ہے وہ پورے عالم اسلام پر قبضہ اور کنٹرول کرنے، اور غلام بنانے کا ہے وہ تو یہ بھی برداشت نہیں کرے گا کہ ہمارے پاس کوئی ایک بندوق بھی ہو، ایٹم بم تو بڑی بات ہے اسوقت بڑی حکمت عملی سے ہمارا یہ پروگرام چل پڑا، امریکہ کو پتہ بھی چلا لیکن وہ عالمی صورتحال اور افغانستان کے اندر رشین وار کے دوران سمجھتا تھا کہ پاکستان کو ناراض نہیں کرنا چاہیے، بہر حال جو بھی حالات تھے اللہ تعالیٰ نے ایسا ماحول بنایا کہ یہ سب کچھ امریکی سمجھتے ہوئے بھی پی گئے۔ لیکن وہ اس تاک میں تھے کہ کسی وقت اس سارے پروگرام کو سمیٹا جائے۔ اب ۱۱ ستمبر کے بعد کے حالات آپ کے سامنے ہیں کہ کہاں کہاں اس کے منفی اثرات پڑے ہیں، افغانستان تباہ و برباد ہو گیا اس کی آزادی چھین لی گئی یہ سب کچھ دنیا دیکھ رہی ہے اور سمجھتی ہے کہ زیادتی ہو رہی ہے۔ عراق کے ساتھ جو کچھ ہوا، عراق کو جبراً قبضہ کیا گیا نہ تو وہاں کوئی مہلک ہتھیار تھے نہ کسی قسم کا کیمیائی مواد تھا، اب صدر بش بھی دبے الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ یہاں پر مہلک ہتھیار تو نہیں تھے مگر اس کے بنانے کی سوچ پیدا ہوگئی تھی یعنی کسی کے ذہن میں آنے والی چیز پر بھی وہ سیخ پا تھے اور اسے قابل ہلاکت سمجھتے تھے۔ ایسے حالات میں اگر یورپین اور امریکی اقوام باضمیر، بیدار اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والے ہوتے تو انہیں بش کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تھا کہ اب تو آپ کا اعتراف آ گیا کہ کچھ نہیں تھا تو کیوں ایک آزاد قوم کو آپ نے تباہ کر دیا اسے (بش)

ملزموں کے کٹہرے میں لانا چاہیے تھا۔

پاکستان کا تو سب کچھ چھن گیا:

بہر حال عراق کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ بھی دنیا نے دیکھ لیا لیکن پاکستان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ دنیا کو نظر نہیں آرہا ہے اور نہ اس پر دنیا میں کوئی چیخ و پکار سننے میں آرہی ہے جبکہ ہماری حالت افغانستان اور عراق سے بھی بدتر کر دی گئی۔ بغیر توپ و ٹینک اور بموں کے ہمارے ساتھ وہ کچھ ہوا جو دنیا محسوس نہیں کر رہی ہے جبکہ ہمارا تو سب کچھ چھن گیا۔ ہماری سالمیت ' خودمختاری' آزادی بالکل ختم ہوگئی۔ عراق اور افغانستان سے زیادہ تباہی ہم پر آئی ہے۔ ۵۷ ہزار سے زیادہ پروازیں یہاں سے ہوئیں اور افغانستان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لئے ہم ایک ایک کو چُن چُن کر بے گناہ پکڑتے ہیں' کسی عدالت میں پیش نہیں کرتے اور اسے گوانتاناموپہنچا دیتے ہیں۔ خود حکومت یہ اعتراف کرتی ہے کہ تقریباً 600 آدمیوں کو ہم نے امریکیوں کے حوالے کر دیا اور پھر F.B.I یہاں پر دندناتی رہی ۔ ہمارے ایک درجن کے قریب چھوٹے بڑے ہوائی اڈے اب تک ان کے قبضے میں ہیں اور جہاں وہ چاہتے ہیں آپریشن شروع ہو جاتا ہے ۔ وانا اور قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن آپ کے سامنے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آزادی اور خودمختاری تو بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ ساری چھن گئی اس کو دنیا دیکھتی ہی نہیں تو ہمارے ساتھ بھی بغیر گولی چلائے وہی سلوک ہوا ہے جو عراق اور افغانستان کے ساتھ ہوا۔ اب اس ساری صورتحال کے پس منظر میں امریکہ چاہتا ہے اور اس کی ساری تگ ودو و غوغا آرائی جو ہے یہ اس ایٹمی پروگرام کو بھی سلب کرنے کی ہے کبھی وہ موسم بہار کے آپریشن کی بات کرتا ہے کبھی کوئی اور ایک شخص (اسامہ بن لادن) کو آڑ بنا کر اس نے پوری دنیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اب بھی اسی شخص کی آڑ میں وہ کہتا ہے کہ بہت بڑا آپریشن کروں گا جسے بہار آپریشن کا نام دیا جا رہا ہے اس وقت ایٹمی سائنسدانوں کے بارے میں جو دباؤ ہے' میں نے سنا ہے کہ ۱۵۔۱۶ سال سے امریکہ کو سب کچھ پتہ تھا تو وہ خاموش کیوں تھا اس نے کوئی شور نہیں مچایا نہ کسی حکومت پر اعتراض کیا' اس کو پتہ تھا کہ حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں پاکستان کا ایٹم بم اور ایٹمی صلاحیت سلب کر سکوں۔ کسی موزوں وقت کے انتظار میں تھا کہ یہ وہ مسئلہ اٹھا سکے۔ خود پرویز مشرف نے بھی کہا ہے کہ پندرہ سال سے ان کو معلوم تھا تو یہ کیوں خاموش رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ۱۵ سال تک اس لئے خاموش تھے کہ وہ اس مسئلہ کو چھیڑنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے نہ ایٹمی سائنسدانوں کو رسوا کر سکنے کی جرات کسی کو ہو سکتی تھی۔ پرویز مشرف کی پالیسیوں سے ان کو حوصلہ ملا اور افغانستان و عراق کی تباہی کے پس منظر میں وہ سمجھ گئے کہ ایک اچھا موقع ہے اور یہی وقت ہے کہ جو کچھ کروانا چاہو مگر میں سمجھتا ہوں کہ آگے جا کر مختلف دباؤ ڈالیں گے' یہ وہ دباؤ ڈال کر کہیں گے کہ اچھا ہم ایٹمی صلاحیت کے ساتھ نہیں چھیڑتے لیکن یہ موسم بہار کا آپریشن اور اس طرح کے دیگر سب

کاموں میں ہمارا ساتھ دو اس میں امریکی فوجی آئیں گے اور پھر امریکی صرف افغانستان تک محدود نہیں رہیں گے، وہ قبائل میں بھی گھسیں گے اور جیسا کہ فوج کا ایڈوانس جاری رہتا ہے وہی صورت پیدا ہو سکتی ہے پھر کیا گارنٹی ہے کہ وہ ہمارے سرحدات کے اندر داخل ہو کر قریبی علاقے نہ لتاڑیں۔

سلسلہ کہاں جا کر رکے گا؟

جب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا تو پھر دوبارہ متوجہ ہو جائیں گے کہ آپ یہ ایٹمی صلاحیت ہمارے حوالے کر دو کیونکہ سائنسدان بھی قابل اعتماد نہیں رہے۔ تمہارے اب تک کے سارے جرنیل اور حکمران بھی قابل اعتماد نہ تھے تو اب غیر محفوظ ہاتھوں میں ہے اور ہم اسے غیر محفوظ ہاتھوں میں نہیں چھوڑ سکتے نتیجہ بالآخر یہی ہوگا کہ دنیا کے ایک واحد اسلامی ملک کی ایٹمی صلاحیت بالآخر سلب کر دی جائے گی اور چھین لی جائے گی یہ ایک واضح پلاننگ ہے۔ صدر صاحب اس ساری صورتحال کو کیوں نہیں سمجھ رہے ان کو اس بارے میں سوچنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ اچھالا گیا ہے جو اگر جرم تھا تو ساری دینا میں ہو رہا تھا ایٹمی پھیلاؤ کا سلسلہ ساری دنیا میں جاری ہے اور اس پھیلاؤ میں سب سے زیادہ حصہ یورپین ممالک نے لیا ہے۔ آج ہی صدر پرویز مشرف نے کہا ہے کہ خود امریکہ ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث ہے۔ ایٹمی پھیلاؤ ہی تھا کہ اس نے اسرائیل کو ایٹمی صلاحیت دی پھر بھارت اور اسرائیل نے ایٹمی صلاحیت کے تبادلے کیے، روس بھی بیچ میں ان کے ساتھ برابر کا شریک تھا، اگر یہ جرم تھا تو پھر یہ سارے مجرم کیوں نہیں پکڑے جاتے اور سوویت یونین کی شکست کے بعد مجھے معلوم ہے کہ پشاور، کابل اور مختلف علاقوں میں لوگوں نے سروں پر سامان اٹھایا ہوا تھا اور پھر کر آوازیں دے رہے تھے کہ افزودگی کا سامان لے لو افزودگی کا سامان لے لو، سنٹرل ایشیا کے روسی ریاستوں، قازقستان، تاجکستان وغیرہ اور ان علاقوں میں ساری ایٹمی مواد اور وسائل گلی گلی بازاروں اور مارکیٹوں میں خفیہ اور اعلانیہ نیلام ہو رہے تھے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت یہ لوگ (امریکہ) بے مقصد ایک شور اٹھائے ہوئے ہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش ہے اگر پاکستان کے ساتھ ایسا ہوا تو پھر عالم اسلام کے کسی بھی ملک کا مستقبل محفوظ نہیں ہوگا۔

اسلامی بم:

س: مولانا! آپ سمجھتے ہیں کہ پاکستان چونکہ اسلامی ملک ہے اس لئے وہ ہماری ایٹمی صلاحیت نہیں برداشت کرتے اور اگر ہم مسلمان نہ ہوتے تو پھر وہ ہمیں چھوڑ دیتے؟

ج: بالکل یہ بات واضح ہے کیونکہ جب یہ ایٹم بم بنا تو انہوں نے اسلامی ایٹم بم کا نام دیا اسی وقت ان کی اندر کی خباثت اور اسلام دشمنی باہر آ گئی۔ حالانکہ بم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے امریکہ کا بم بنا تھا تو اسے عیسائی بم نہیں کہا گیا، چین کا ایٹم بم بنا تو کمیونسٹ بم نہیں کہا، اسرائیل کا بنا تو یہودی بم نہیں کہا، بھارت نے بنایا تو ہندو بم نہ کہا

اور جب ایک مسلمان ملک نے بنایا تو وہ ''مسلمان بم'' ہو گیا۔ اس وقت سے انہیں یہ ہضم نہیں ہو پا رہا۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ پاؤں بالکل بھیڑ بکریوں کی طرح بندھے رہیں، جب بھی ہم چاہیں تو انہیں ذبح کر دیں۔ ظاہر بات ہے کہ دشمن یہ نہیں برداشت کر رہا تھا سو یہ تو اللہ تعالیٰ نے پاکستان پر ایک احسان کیا کہ اتنی بڑی نعمت ایٹمی توانائی کی دیدی مگر اس نعمت کی اگر ہمارے حکمران قدر نہ کریں تو یہ خودکشی ہوگی اپنے پاؤں خود کاٹنے والی بات ہوگی۔

موجودہ پالیسیاں اور پاکستانی قوم:

س:　آپ کے خیال میں کیا پاکستانی عوام صدر مشرف سے خوش ہیں؟

ج:　جو لوگ حکومت کے قریب ہیں اور اس میں شامل ہیں اور ان کے مفادات ہیں اور وہ دباؤ میں ہیں کہ اگر ہم مخالفت کریں گے تو احتساب کے نیب کا پھندا ہمارے گلے پڑ جائے گا اسی طرح جو کرپٹ لوگ ہیں اوپر کی سطح پر تو وہ بھی دل میں سمجھتے ہیں کہ یہ ملک کے لئے اچھی پالیسی نہیں ہے۔ لیکن وہ مجبوراً اس کے ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ لیکن عوام جو ۹۵٪ ہیں وہ ان ساری پالیسیوں سے سخت بیزار ہیں وہ امریکی چالبازیاں اور سازشیں سمجھ چکے ہیں۔ CNN نے سروے کیا تھا اس میں ۹۰ یا ۹۵ فیصد لوگوں نے امریکی پالیسیوں سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر عبدالقدیر اور سائنسدانوں سے سلوک:

اس وقت جو ایٹمی سائنسدانوں کے ساتھ اور خاص کر ڈاکٹر عبدالقدیر کے ساتھ ہوا اس سے پوری قوم سکتے کی حالت میں ہے اور لوگ خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ آپ بازار میں جائیں یا کسی ہوٹل میں یا بار بر شاپ میں کہیں جائیں ہر جگہ یہی گفتگو ہو رہی ہے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، ہمارا سب کچھ لٹ گیا اور آزادی سلب کی گئی کوئی بے بصیرت انسان بھی تو ایسا نہیں ہوگا جو کہ خود اپنے ہاتھ پاؤں باندھ لے اور دشمن سے کہے کہ آؤ جو کچھ کرنا ہے کرو۔ ایٹمی ہتھیار پھیلانے کی کچھ باتیں سامنے آئیں گی تو میڈیا وار کا دور ہے تو ان کی طرف اپنی توپیں کھولنے کی بجائے اپنی طرف کھولیں ورنہ ان پر الزامی یلغار کیا جاتا کہ تم نے ان ان مواقع پر یوں یوں کہا، تمہارے سائنسدانوں نے یہ سب کچھ کیا ہے، یورپ نے ایٹمی ہتھیار اور جوہری صلاحیتوں کا بازار گرم کیا اور بروکر بن گئے۔ اور تم لوگوں نے اور اسلام دشمن قوتوں نے خود ایک دوسرے کو دی اس طرح جوابی وار ہونے چاہیے تھی۔

پاک وہند دوستی اور امن مذاکرات:

س:　آپ کے خیال میں انڈیا کے ساتھ دوستی کا جو سلسلہ چل رہا ہے تو کیا یہ یوں ہی چلتا رہے گا یا پچھلی دوستیوں کی طرح ختم ہو جائے گا؟

ج:　اصل میں جو بنیادی چیز ہے جب تک وہ بیچ میں پڑی رہے گی۔ جو تنازعات کی بنیاد ہے۔ لوگوں کے

جھگڑے ہوتے ہیں تو حل کرنے کے لئے پہلے وہ چیز لی جاتی ہے جس پر جھگڑا ہوتا ہے ایک کنویں میں جب تک پلید چیز پڑی رہے گی جس نے سارا ماحول خراب کیا ہوا ہے اور بدبو پھیلی ہوتی ہے اور پلیدی پانی میں سرایت کرگئی ہے۔ اب اس کنویں سے جتنے بھی ڈول نکالو یا واٹر پمپ لگاؤ اور جتنا بھی پانی نکالو مگر یہ کنواں پلید اور ناپاک ہی رہے گا جب تک وہ پلید چیز بیچ میں پڑی رہے گی۔ اور نکالیں گے نہیں تو آخر تک پلید ہی رہے گا۔

کشمیر اور بنیادی اصول سے انحراف:

اسی طرح ہماری بنیادی وجہ نزاع کشمیر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مغرب اور ساری دنیا اصل چیز کے بارے میں نہیں سوچتی کہ ہمارا جھگڑا کس بات پر ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک زمین کے حدود متعین کرنے کا مسئلہ ہے یا بارڈر کا مسئلہ ہے یا جغرافیائی لحاظ سے جھگڑا ہے ایک جگہ پر وہ قبضہ کا دعویٰ کررہے ہیں اور ادھر ہم کررہے ہیں، لوگ اس مسئلہ کو اس حد تک محدود سمجھتے ہیں لیکن یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بنیادی اصول کا ہے، اصولاً جب پاکستان بن رہا تھا تو خود انگریزوں اور تمام قوتوں نے فریقین سے یہ فارمولہ طے کیا کہ برصغیر میں جہاں مسلمان اکثریت ہوگی تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا اور اگر ہندوؤں کی اکثریت ہے تو ہندوؤں کے ساتھ رہے گا۔ تو یہ فارمولہ طے پا گیا کہ جہاں جس قوم کی اکثریت ہوگی وہ حصہ انہیں دے دیا جائے گا۔ خود پاکستان میں بھی اسی بنیاد پر فیصلہ ہوا، صوبہ سرحد میں کانگریس کی حکومت تھی اور یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت تھی تو اس فارمولے کے مطابق سرحد میں بھی ووٹنگ ہوئی، ریفرنڈم ہوا اور سرحد کے لوگوں نے اکثریت سے کہہ دیا کہ ہم نے پاکستان کے ساتھ رہنا ہے۔ اسی فیصلہ کے مطابق سرحد پاکستان میں شامل ہوا۔ سندھ میں بھی قرارداد پاس ہوئی۔ اور سندھ اس بنیاد پر بھارت کے بجائے پاکستان کے ساتھ شامل ہوا، یہی بات کشمیر میں بھی ہونی چاہیے تھی لیکن وہاں اس فارمولے کو بالکل نظرانداز کیا گیا۔ وہاں کا راجہ ڈوگرہ ہندو تھا، اس کا قبضہ اور تسلط تھا تو ہندو ہونے کی وجہ سے اس نے خود اپنی ریاست ہندوؤں کے حوالہ کردی۔ اسطرح وہاں یہ فارمولہ پامال ہوا۔ بات استصواب رائے کی ہوئی تھی وہ پاکستان میں بھی ہوئی اور بھارت میں بھی، لیکن کشمیر اسی طرح رہ گیا یہ ریاست ان کے حوالہ کردی گئی جبکہ مسلمان اکثریت میں تھے۔ چنانچہ پاکستان سے ایک تحریک اٹھی کشمیر کے لئے لوگ چل پڑے اور جہاد شروع ہوا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قبائل اور یہ سرحدی ریاستیں اس کے لوگ تھے اس طرح ایک یلغار کشمیر پر ہوگئی اس سے کشمیر کے کافی علاقے لداخ، گلگت وغیرہ قبضہ بھی ہوگئے۔ تب ہندوؤں کو سوچ آئی کہ اس طرح تو سارا کشمیر ہم سے چھن جائے گا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے تو بڑی عیاری سے جنگ بند کرادی گئی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے خود کہا کہ جنگ بند کراؤ میں خود اقوام متحدہ میں اس مسئلہ کو لے کر جاتا ہوں اس کے ذریعہ ہم فیصلہ کریں گے، وہ بڑے شاطرانہ طریقہ سے یہ مسئلہ ادھر لے گیا۔ پھر اقوام متحدہ نے خود فیصلہ دیا کہ کشمیر میں بھی پاکستان اور

ہندوستان کی طرح استصواب رائے ہونی چاہیے۔اس طرح سے یہ سلسلہ چلا مگر اب تک بنیادی اصول پامال کیے جاتے رہے اور کشمیر پر وہ قابض ہیں لوگ چیخ رہے ہیں کہ اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کراؤ لیکن وہ تیار نہیں ہیں نہ مغرب اور نہ امریکہ دباؤ ڈالتا ہے امریکہ تین چیزوں کا بڑا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

امریکہ تینوں اصول پامال کر رہا ہے:

(۱)　انسانی حقوق کا جہاں وائیلیشن ہوتا ہے وہ طوفان مچاتا ہے یا ہوتا ہے یا نہیں خود جا کر وائیلیشن کرتا ہے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر اس کے لئے بڑا چیختا چلاتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ بڑی اچھی بات ہے انسانی حقوق کا تحفظ ساری انسانیت کا مسئلہ ہے۔

(۲)　دوسری چیز جمہوریت ہے جس کا بڑا علمبردار بنتا ہے ۔ساری دنیا میں جمہوریت کا شور وغوغا ہے کہ جمہور جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہونا چاہیے۔

(۳)　تیسری چیز جسے اس نے بڑا بت بنایا وہ ایک بڑا معبود اور مقدس گائے وہ اقوام متحدہ ہے تو وہ کہتا ہے کہ ساری دنیا میں فیصلے ان تین اصولوں کے ماتحت ہوں۔انسانی حقوق کا وائیلیشن نہ ہو۔دوسری بات یہ جمہوری طریقہ سے فیصلے ہوں۔تیسری بات یہ کہ اقوام متحدہ کو مکمل اختیار ہو لیکن عملاً وہ ان تینوں اصولوں کو کشمیر کے سلسلہ میں پامال کر دیتا ہے۔دیکھئے کہ انسانی حقوق کے اعتبار سے وہاں ۹۰ ہزار افراد شہید ہوئے، بچے یتیم ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، عورتوں کی عصمت دری ہوتی ہیں، اور کشمیری شکنجے میں ہیں۔اسلام کو چھوڑیئے ریاست کو چھوڑیئے جو انسانی حقوق کا وائیلیشن ہو رہا ہے دنیا میں اسکی کوئی مثال ہے؟ سات لاکھ ہندو فوجی ان کے سینوں پر بیٹھے ہیں اور وہ جو کچھ چاہ رہے ہیں کر رہے ہیں اور آپ دیکھتے رہتے ہیں۔دوسری بات آتی ہے جمہوریت کی، دنیا میں ہم جمہوریت اور ووٹنگ کے ذریعہ ہر فیصلہ کر سکتے ہیں، ساری دنیا کو یہ حق حاصل ہے تو کشمیریوں کو یہ حق کیوں حاصل نہیں ہے کہ وہ جمہوری اصولوں اور قدروں کے مطابق فیصلہ کرے جس کا نام استصواب رائے بھی ہے، خود اقوام متحدہ ۱۹۴۸ء میں فیصلہ دے چکا ہے مگر امریکہ کو اقوام متحدہ کا فیصلہ نظر نہیں آ رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ قرارداد بہت پرانی ہوگئی اور یہی اقوام متحدہ تھا جس کی قرارداد عراق کے بارے میں آئی اور امریکی مقاصد تھے تو عراق پر منٹوں اور سیکنڈوں میں پابندی لگ گئی، یہی قرارداد جب افغانستان پر پابندیاں لگانے کے بارے میں آئی تو دس بیس دنوں کے اندر یہ جبری لاگو بھی کر دی گئی۔ اور یہی قرارداد مشرقی تیمور کے بارے میں آئی تو وہ چند ہفتوں میں پاس کروا کے بندوق کی نوک سے اس کو نافذ کروایا گیا اور دنیا کا سب سے بڑا اسلامی سٹیٹ انڈونیشیا اس طرح سے دولخت کیا گیا اور جب یہاں قرارداد آئی تو یہاں کشمیر میں چونکہ مسلمان ہیں تو جس قرارداد سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ تو ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے۔

اور جس قرارداد سے اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے وہ منٹوں میں لاگو کروایا جاتا ہے۔ اب کہا جارہا ہے کہ یہ قرارداد کشمیر کے بارے میں ۱۹۴۸ء کی ہے جو بوسیدہ اور پرانی ہوچکی ہے جبکہ قرارداد ایک معاہدہ ہوتا ہے علوم عمرانی میں ہے کہ دو حکومتوں کے درمیان جو بھی باتیں اور معاہدے طے ہوگئے اسکو لاگو کرنا ہوگا۔ وہ جتنی پرانی کیوں نہ ہوجائیں پھر تو اس طرح کوئی تو جابر قوت ہر قرارداد کو روک دیا کریگا۔ اگر دیگر قراردادیں نافذ العمل کئے جاسکتے تھے تو اسے کیوں نافذ نہیں کروایا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاک بھارت جنگ ختم ہونی چاہیے‘ دونوں کو نقصان ہے‘ دونوں ملک افلاس اور غربت اور تباہی کی طرف جارہے ہیں‘ دونوں ملکوں کی صلاحیت اور وسائل ۷۰ فیصد فوج کھارہی ہیں۔

قیام امن کی لاحاصل کوششیں:

جنگ ختم ہونی چاہیے اور امن قائم ہونا چاہیے لیکن امن تب ہوگا جب اصل مسئلہ حل ہوگا حال ہی میں سارک کانفرنس کے موقع پر واجپائی کے ساتھ بات چیت‘ ملاقاتیں ہوئی‘ معانقے اور دعوتیں ہوئیں یہ سب کچھ ایک دباؤ کا نتیجہ تھا لیکن بنیادی بات چھیڑی ہی نہیں گئی تو جب تک بنیادی بات بیچ میں نہیں لائے جائے گی تو وہ قوم جسے غلام بنایا گیا ہے کس طرح آرام سے بیٹھے گی وہاں تو پھر بھی تحریک جاری رہے گی۔ ہم دستبردار بھی ہوجائیں لیکن اصل مسئلہ تو کشمیری قوم اور ایک ریاست کی غلامی کا ہے‘ وہ تو تحریک چلاتے رہیں گے‘ اور بھارت پھر پاکستان پر الزام لگائے گا کہ یہ دہشت گردی اور دراندازی ہے‘ پھر تعلقات خراب ہوں گے تو ساری مشقت اور ایکسرسائز بے فائدہ ہوجائے گی۔ اب خدا کے لئے انکو سوچنا چاہیے کہ بنیادی مسئلہ حل کیا جائے‘ جہازوں‘ ٹرینوں‘ ریلوں اور بسوں کے آنے جانے سے تو جھگڑے حل نہیں ہوتے۔ اس حالت میں تو ۵۰۔۵۵ سال گزرے۔ اس وقت ہمیں معلوم نہیں کہ کون کون سے آپشن زیر تجویز ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ امریکی دباؤ پر ہورہا ہے اور امریکی ایجنڈا ہے تو وہ ہمارے لئے سراسر گھاٹے کا سودا ہوگا ہمیں خطرہ ہے کہ کشمیر کے ایک حصہ کو آزاد چھوڑ کر امریکہ اسے اپنی سازشوں کی آماجگاہ بنادے گا اور جیسا کہ اسرائیل مشرق وسطی میں عربوں کے لئے ایک ناسور بنادیا گیا کشمیر میں بھی ایک دوسرا ناسور آس پاس کا ممالک کے لئے پیدا کردیا جائے گا جس سے چین تک کے علاقے نشانہ بنائے جاتے رہیں گے یہ صورتحال پاکستان کے لئے تو ہے ہی خطرناک بھارت بھی ہر وقت امریکی دباؤ اور سازشوں کے زد میں رہے گا۔

مظلوم دینی اور جہادی قوتوں کو دبانے کا ردعمل:

س: صدر مشرف نے بہت ساری جہادی تنظیموں کے آفسوں پر تالے لگوادیئے بہت سارے لوگوں کو گرفتار بھی کیا مگر پھر بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اور بھی زیادہ تنظیمیں بن رہی ہیں اور لوگ بھی اس میں شامل ہورہے ہیں تو یہ کیوں ہورہا ہے؟

ج: دو طبقے ہیں ایک ظالم اور دوسرا مظلوم۔ اس وقت امریکہ اور ساری مغربی قوتیں ایک ہوگئی ہیں وہ ظالم ہیں اور ہم لوگ مسلمان جو آزاد ملک ہیں، حکمرانوں سے ہٹ کر عوام وہ سراسر مظلوم ہیں ان کے ساتھ ظالم قوت جو کچھ کروانا چاہتی ہے کرتی ہے اور اس ملک کے حکمرانوں کو آلہ کار بنایا گیا ہے انہی کے ذریعہ کرواتی ہے ڈاکہ بھی ڈالتی ہے تو ہمارے گھر کے چوکیداروں کو ساتھ ملا دیتی ہے۔ تو مظلوم کو جتنا بھی دباؤ گے تو ظلم کے خلاف اس کی چیخ و پکار اس کی جدوجہد اور سٹرگل مزید بڑھے گی اگر بلاوجہ ایک طبقہ کو ایک تنظیم کو دشمن کے کہنے پر دبایا جائے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ مظلوم قوم جب تک زندہ ہے اور جب تک انسان انسان ہے تو وہ غلامی کیلئے اتنی آسانی کے ساتھ تیار نہیں ہوسکے گا۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا معافی نامہ

س: ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ٹی وی پر جو معذرت کی تھی کہ اس نے نیوکلیئر سیکرٹ بیچے تھے تو کیا اس سے ملک شرمندہ ہوگیا ہے؟

ج: نہیں عوام سمجھتے ہیں کہ اس سے یہ سب کچھ جبری کروایا گیا۔ پہلے اس کو رسوا کروایا پھر یہ خود دلدل میں پھنس رہے تھے تو اپنے آپ کو بچانے کے لئے جو ملبہ ان پر گرنے والا تھا انہوں نے نیچے غریب سائنسدانوں پر ڈال دیا ان پر ملبہ آتا ہے تو کبھی مسجد کے مولوی پر اور کبھی مدرسہ پر کبھی جہادی تنظیم پر ڈالتے ہیں، خود بچ جاتے ہیں۔ اب جو ساری راز اور چیزیں پھیل گئیں تو جرنیلوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ان کو آگے کر کے قربانی کا بکرا بنوایا۔ اس شخص کا بہت بڑا ظرف اور حوصلہ ہے کہ اتنی طویل قربانیاں ان سائنسدانوں نے دی تو انہوں نے ملک کو مزید دلدل میں پھنسنے اور جرنیلوں کو بچانے کے لئے خود اپنے سر پر سارا الزام لے لیا۔ یہ ہے عوامی تاثر اور یا ان کو ڈرایا دھمکایا گیا کہ جو کچھ ہم کہلوائیں وہی کہیں ورنہ آپ کے لئے بھی گوانتاناموکے پنجرے تیار ہیں اور آپ کو بھی امریکہ کے حوالہ کردیں گے۔ اور آپ کا بھی وہی حشر ہوگا۔ تو عوام سمجھتے ہیں کہ ہمارے سائنسدانوں نے ہمیں بہت بڑی عزت دی ہے اور تحفظ دیا ہے ورنہ یہ حقائق اب کھل کھل کر آرہے ہیں۔ کل لیبیا کا اعلان آیا ہے کہ ہم نے تو ان کا نام نہیں لیا، میرے پاس یہاں ایران کا سفیر آیا اور پھر دوسرے دن قونصلر جنرل بھی آیا، انہوں نے مجھے کہا کہ ہم نے بار بار تردید کی، فارن آفس نے بھی اور فارن آفس کے ترجمان نے بھی کہا ہے کہ ہم آپ کے سامنے حلفاً کہتے ہیں کہ ہم نے پاکستانیوں کا نام نہیں لیا ہے تو یہ ساری چیزیں آہستہ آہستہ سامنے آرہی ہیں۔ میرے خیال میں شمالی کوریا والوں نے بھی کہہ دیا ہے کہ ہمیں انہوں نے نہیں دیا ہے۔ تو یہ سب کچھ چیزیں نظر انداز کردی گئیں۔ تحقیقات اور پوچھ گچھ سے پہلے ایک شخص کو باندھ کر ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کردینا اور اسے معافی مانگنے پر مجبور کرنا یہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ باب نہیں بنے گا؟ یہ تو وہ تاریخ میں ہے کہ بڑی بڑی قوموں نے اپنے حکماء اور علماء کو زہر کا پیالہ پلایا تھا۔ ایتھنز میں ہوا یہ تو سقراط بقراط والی

باتیں ہیں، تو اپنے محسنوں کے ساتھ ایسا کرنا مناسب نہیں تھا۔

یہ تو بڑی سازش کی تمہید ہے:

س: تو آپ کے خیال میں کوئی سازش چل رہی ہے؟

ج: یہ تو سازش کی تمہید ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ سارا سلسلہ نہیں رک سکے گا جب تک کہ وہ یہ ایٹمی پروگرام کو لپیٹ کر اور سمیٹ کر نہیں لے جائیں گے اور جب تک یہ رول بیک نہ ہوگا تو ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ مستقبل میں ہمیں ایک غلام قوم کی طرح زندہ رہنا ہوگا یا نہیں۔

صدر مشرف ناکردہ گناہوں کا بوجھ کیوں اٹھاتا ہے:

س: آپ کے خیال میں آرمی جرنیل باخبر تھے کہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی جارہی ہے؟

ج: اگر بالفرض جارہی تھی تو یہ تو ۱۵ سال پہلے کی بات تھی تو پرویز مشرف انہیں کہہ سکتا تھا کہ اس وقت کیوں مسئلہ نہ اٹھایا گیا، جو حکمران تھے اور ذمہ دار لوگ تھے ان سے محاسبہ ہوتا تو اب وہ کہہ سکتا تھا کہ ہر مصیبت میرے گلے کیوں ڈال رہے ہو، پرانے حساب کتاب اور بے ضابطگیوں کا میں تو ذمہ دار نہیں ہوں۔

اس وقت وہ مردہ گڑھے اکھیڑنے ہی نہ دیتا وہ کہتا کہ اسوقت آپ نے خاموشی کیوں اختیار کی آپ نے عالمی سیاسی مصلحتیں اور مقاصد پورے کرنے تھے۔ سوویت یونین کو بیچ سے اڑانا تھا تو یہ بے بصیرتی ہے کہ ہر مسئلہ اپنے سر پر لیا جائے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس معاملہ کا ذمہ دار نہیں، اگر میرا قصور ہے تو مجھے بتاؤ۔

س: جو لوگ موجودہ سیاسی سیٹ اپ میں ہیں جیسے آپ بھی پارلیمنٹ میں ہیں اور دیگر بھی وہ صدر مشرف کے بارے میں کیا سوچتے ہیں کہ انہیں وردی اتارنی چاہیے اور ہٹنا چاہیے؟

ج: سارے سنجیدہ اور باشعور لوگ اور پارلیمنٹ کی سیاسی جماعتیں تو یہی سوچتی ہیں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے صحیح نہیں ہے۔ امریکی سیاست کے ساتھ پیپلز پارٹی اور بعض دیگر پارٹیاں نرم گوشہ بھی رکھتی ہیں تو وہ پرویز مشرف کی پالیسیوں کی درپردہ تائید بھی کرتی رہتی ہیں لیکن سائنسدانوں کے مسئلہ میں وہ سب ناراض ہیں۔

پاک آرمی دشمن کے عزائم سے باخبر ہے:

س: کیا آپ کے خیال میں پاکستان آرمی میں سول وار کا کوئی خطرہ ہے:

ج: میرے خیال میں ایسی صورتحال ابھی نہیں ہے ہماری فوج بڑے حوصلے والی اور سمجھدار ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اگر سول وار خدانہ کرے شروع ہوگئی تو پھر تو دشمن کا سارا منصوبہ خود بخود پورا ہوجائے گا۔ جو ہماری دینی قوتوں کو مٹانا چاہتا ہے جو ہمارے ایٹمی اور دفاعی صلاحیت کو غصب کرنے کے درپے ہے تو ہر فوجی یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح تو ان کا کام ہم

خود کر دیں گے۔ اس وجہ سے ان شاء اللہ ایسی صورت پیدا نہیں ہوگی لیکن فوج کی جو پالیسی ساز ادارے ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کب تک اس پریشان کن صورتحال کا سلسلہ جاری رکھیں گے اب تو اسے ختم کرنا چاہیے۔

پاکستان کے اسلامی تشخص کو سیکولر نہیں بنایا جا سکتا:

ہر نئی بات جو سامنے آتی ہے صدر صاحب اسے بڑے زور و شور سے آگے بڑھاتے ہیں وہ اس ملک کے اسلامی تشخص کو تبدیل کر کے سیکولر کروانے کی باتیں بھی بار بار کرتے ہیں۔ اس کو ترکی اور مراکش کی طرح ترقی یافتہ سٹیٹ بنانے کے خواب دیکھتا ہے جبکہ ترکی اور مراکش اور تھے، ہمارا تو بنیادی اساس یہی لا الہ الا اللہ تھا پاکستان بنا ہی نظریاتی بنیاد پر ہے اس کی کوئی سرحدات یا جغرافیہ یا قومی و نسلی کوئی جواز الگ کرنے کا نہ تھا، صرف یہی تھا کہ مسلمان ایک قوم ہے۔ تو ترکی اور مراکش کے طرز پر جو کوئی سوچتا ہے وہ اس ملک کے ساتھ اچھا نہیں کرتا اور اس طرح نہ یہ بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کامیاب ہو سکتا ہے، ہماری خواہش یہ ہے کہ وہ اس ملک کے مزاج اور اس کے تاریخی پس منظر اور تخلیق پاکستان کی جو اساس ہے اس سے وہ انحراف نہ کرے۔

دینی مدارس پر پابندیوں کو کوششیں:

س: دینی مدارس پر آج کل وہ چاہ رہے ہیں کہ کوئی پابندی آ جائے اور ان کی اصلاح ہو جائے تو آپ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں؟

ج: یہ ایک بڑا طویل سلسلہ ہے یہ آج کی بات نہیں ان قوتوں کا سارا نشانہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے سرچشمے یہ دینی ادارے ہیں۔ مسلمان دو چیزوں سے زندہ رہ سکتا ہے ایک تو نظریہ پر مسلمان زندہ رہے گا' نظریہ ہے اسلامی نظام و تعلیمات نظریاتی لحاظ سے مسلمان ایک الگ تشخص رکھتا ہے وہ اس کی بقاء کی بنیاد ہے۔ دوسری چیز ہے' دفاعی صلاحیت کہ وہ دشمن کا مقابلہ مادی طور پر کر سکے اب قوم کے زندہ رہنے کا ایک اخلاقی اور نظریاتی بنیاد ہے اور اس نظریاتی اساس کے سرچشمے ہیں' دینی ادارے' دینی تنظیمیں' مسجدیں مولوی خانقاہیں مشائخ اسلامی علوم اور اس کی کورسیں اسی سے امت مسلمہ نظریاتی طور پر قائم ہے' تو ایک وار تو وہ اس پر کر رہے ہیں کہ یہ نظریاتی سرچشمے بالکل تباہ و برباد ہوں۔ دفاعی صلاحیت میں بھی اسے نہیں بڑھنے دیا گیا لیکن خدا نے مدد کی کہ صرف پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے دفاعی صلاحیت دے دی۔ اب وہ کہتا ہے کہ دفاعی صلاحیت بھی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ کسی دشمن سے اگر آپ اس کا نظریہ اور جذبہ بھی نکال دیں اور ہاتھ سے بندوق بھی چھین لیں پھر وہ بکری اور مرغی کی طرح آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ تو دشمن سمجھتا ہے کہ یہ دو چیزیں ان سے نکال لی جائیں' دفاعی صلاحیت مسلمانوں کے پاس نہ ہو اور دفاعی صلاحیت سے بھی زیادہ جو عقیدے کی بنیاد ہے جو جذبہ جہاد اور شہادت سے سرشار کرتا ہے ایک نوجوان لڑکی کو بھی فدائی حملے پر مجبور کرتا ہے جو کہ جا

کرا پنے جسم کے پرخچے اڑا دیتی ہے۔سوٹیڈ بوٹیڈ جینز پہنی ہوئی کالج یونیورسٹی سے پڑھی ہوئی فلسطینی وفا نامی خاتون وہ کون سا جذبہ ہے۔ جو کہ اسے خود کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر مجبور کرتا ہے۔اسلام اس کو یہ نہیں کہتا ہے کہ اسے تخریب کاری کے لئے استعمال کرو‘ اسلام کہتا ہے کہ اگر کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے اور تمہیں تباہ کرے‘ تمہارے گھر بار لوٹے‘ تمہاری جان عزت آبرو محفوظ نہ ہو تو پھر سب کچھ لٹا دو‘ لیکن یہ وہ تب لٹا سکتا ہے کہ اس کا آخرت کا تصور ہو کہ میں اس طرح زندہ جاوید ہوں گا۔اور شہادت کے بعد مجھے حقیقی زندگی حیات جاودانی ملے گی۔تو دشمن ایک تو اسکو ختم کرنا چاہتا اور دوسری دفاعی صلاحیت وہ سارا سلسلہ آپ کے سامنے ہے

اسلامی نظریہ اور دفاعی صلاحیت دشمن کا نشانہ ہیں:

باالفرض اگر کسی مسلمان سائنسدان نے ایران‘لیبیا اور کوریا کو دیا تو کیا جرم کیا ہے جب سارا یورپ ایک دوسرے کو دے رہا ہے تو سارے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کے پاس جو بھی صلاحیت اور علم آئے تو علم کو پھیلائے‘ علم کسی کی جاگیر نہیں ہوتی۔اگر جاپان ساری دنیا میں اپنی ٹیکنالوجی پھیلا سکتا ہے اور یورپ سارا دفاعی اور ایٹمی صلاحیت تقسیم کرتا پھرے ایک ایک کو بانٹتا پھرتا رہے۔ جرمنی بھی اور ہالینڈ بھی تو پھر مسلمانوں پر کیوں پابندی لگائی جاتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر عبدالقدیر نے اگر ایسا کیا بھی تو شاید وہ سمجھتا ہوگا کہ سارے مسلمانوں کا دفاع اسی میں ہے۔ میں بھی سمجھتا ہوں کہ ۵۵ اسلامی ممالک کو جو علم ہاتھ آئے اسے تقسیم کرنا چاہئے‘ علم ایک روشنی اور نعمت ہے اس کو ایک بند کمرے میں نہیں رکھنا چاہیے۔ یا تو وہ بھی کہہ دیں کہ ہم ایٹمی صلاحیت سے دستبردار ہوتے ہیں اور تمام ایٹمی ذخائر تلف کرتے ہیں۔وہ اس کی ابتداء اور آغاز کرے تو یہ انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا پوری دنیا اس عذاب سے نکل جائے گی۔مگر جب تک کوئی دشمن قوت میں رہے گی اور وہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایٹم بم اور کلاشنکوف بھی ہوگا اور آپ کے پاس چاقو بھی برداشت نہیں کرتا تو یہ دوہرا معیار ہے اور کبھی بھی ظالم اور مظلوم کی تاریخ میں ظالم کامیاب نہ ہوسکا۔

ایٹمی صلاحیت پھیلانے والوں کا محاسبہ مغرب میں کیوں نہیں ہو رہا:

س: تو آپ کے خیال میں یہ لیبیا اور ایران کو جو ایٹمی صلاحیت دی گئی اور یہ بات بھی آئی ہے کہ سعودی عرب اور ملائیشیا کو اس سلسلہ میں بھی مدد دی گئی تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ کیونکہ مسلمان ملک ایک دوسرے مسلمان ملک کی مدد کر رہا ہے۔

ج: مدد کی ہے یا نہیں لیکن پروپیگنڈہ تو چل رہا ہے اب میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اگر وہ سارے دنیا کو بانٹنے کا حق رکھتا ہے اور ایٹمی ہتھیار پھیلانے میں لگا ہوا ہے۔اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والے اور بڑے بڑے ادارے بروکر وغیرہ سارے یورپین اور غیر مسلم ہیں جو کہ خریدتے اور پھیلاتے ہیں۔مسلمانوں کے اپنے سورسز نہیں ہیں کہ ان بروکروں کے بغیر کچھ کرسکے۔میرے خیال میں تو وہ ماچس بھی افغانستان جا کر صحیح طور پر نہیں بیچ سکیں گے۔تو یہ لوگ

بروکروں کو کیوں نہیں پکڑتے اگر ان کو حق ہے کہ ساری دنیا میں ایٹمی صلاحیتیں پھیلتی رہے اور تقسیم ہوتی رہے تو پھر مسلمانوں اور مظلوم قوموں اور تیسری دنیا کی قوتوں کو بھی مفلوج نہ رہنے دے ان کو بھی نہ روکے۔

بہادر دشمن خود مسلح ہوتو دوسر والوں کو بھی مسلح کرنے دیتا ہے:

بہادر آدمی وہ ہے جو کہ دوسرے کو بھی کہے کہ تم بہادری سے مقابلہ کرتے رہو۔ آؤ تمہارے پاس بندوق نہیں ہے۔ تو لے لو پہلے زمانہ میں مقابلہ ہوتا تو اگر کسی کے پاس تلوار نہ ہوتی تو اسے تلوار دیتے کہ بھئی تمہارے پاس بھی تلوار ہونی چاہیے جبکہ میرے پاس بھی۔ اب آؤ کشتی لڑتے ہیں پھر پتہ چلتا مگر یہ تو بڑی بخیل کمزور اور بزدل قوم کی بات ہے کہ میرے پاس تو سب کچھ رہے لیکن تمہارے پاس کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا چھری بھی نہیں اب وہ اپنے آپ کو ماڈرن او رروشن خیال اور تعلیم یافتہ قومیں کہتی ہیں کہ ان کو خود سوچنا چاہیے کہ عدل وانصاف کے ترازو پر یہ فیصلہ کیسا ہے۔

مسلمانوں پر خودکش حملوں کا کیا جواز ہے:

س: فلسطین میں جو لوگ اپنے آپ کو اڑا رہے ہیں وہ تو یہودی اور عیسائیوں کے خلاف ہو رہا ہے۔ لیکن پاکستان میں جو پرویز مشرف پر خودکش حملے ہوئے یہ تو مسلمان مسلمان پر کر رہا ہے۔

ج: دیکھئے! یہ کسی کی اپنی ایک سوچ ہوگی ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں نہ وہ ہمیں معلوم ہیں اور نہ ہی ہم اس طریقے کو ایک اسلامی ملک میں مفید سمجھتے ہیں۔ اس سے ہمارا ملک غیر مستحکم ہوگا اور انتشار کی راہ ہموار ہوگی ممکن ہے کہ یہ دشمن کروا رہا ہو یا کسی کے ذہن میں کوئی چیز ڈالی گئی کہ ایسا کرنا تمہاری طرف سے ایک جہاد ہے اب ذہنوں پر تو پہرے نہیں لگائے جا سکتے۔ ہر شخص دنیا میں جاگتا ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے تو وہ کوئی تنظیم یا استاد یا ادارہ ان کو مجبور نہیں کرتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کے دلوں میں ایک آگ سلگتی ہے پتہ نہیں کتنے لوگوں کے دلوں میں یہ آگ سلگ رہی ہے کہ ہمارے حکمران کفر کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں۔ اگر حکمران بدقسمتی سے دشمن کے صفوں میں کھڑے ہو جائیں گے تو ان لوگوں کو تو کوئی نہیں سمجھا سکتا ہے جو کر بیٹھتے ہیں اچھا نہیں کرتے لیکن جو نشانہ بنتا ہے اسے اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہ حملے کیوں ہو رہے ہیں۔ امریکہ کو سوچنا چاہیے کہ ۱۱ ستمبر کا واقعہ کیوں ہوا اور اس کے پیچھے کیا عوامل تھے بجائے اسکے وہ شور مچائے کہ پکڑو پکڑو اسکو ساری پالیسیوں پر سوچنا اور نظر ثانی کرنا چاہیے کہ آؤ بیٹھو تھنک ٹینک ہیں ان کو بٹھائیں سیمینارز منعقد ہوں پروفیسرز سائنسدان اور سیاستدان مل کر بیٹھیں اور سوچیں کہ یہ وجوہات کیا تھے کیوں ہم نے لوگوں کو اس حد تک مجبور کیا کہ وہ آئیں اور ہماری اتنی بڑی بڑی عمارتیں اڑائیں اور اپنی جانوں کو بھی قربان کردے۔ پھر وہ اس نتیجہ پر پہنچتے کہ ہاں ہماری بھی کچھ غلطیاں ہیں ہمارا دوہرا معیار ہے، ہم کچھ زیادتی مظلوم قوموں کے ساتھ کر رہے ہیں اور اسکی اصلاح کرتے پھر سب کچھ صحیح ہو جاتا۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی حب الولد :

بچوں کے ساتھ محبت کا بیان

حدثنا ابن أبی عمر ثنا ابوسفیان عن ابراھیم بن میسرۃ قال سمعت ابن ابی سوید یقول سمعت عمر بن عبدالعزیز یقول : زعمت المرأۃ الصالحۃ خولۃ بنت حکیم قالت خرج رسول اللہ ﷺ ذات یوم وھو محتضن أحد ابنی ابنتہ وھو یقول: انکم لتبخلون وتجبنون وتجھلون وانکم لمن ریحان اللہ : وفی الباب عن ابن عمر والاشعث بن قیس حدیث ابن عیینہ عن ابراھیم بن میسرۃ لا نعرفہ الامن حدیثہ ولانعرف لعمر بن عبدالعزیز سماعاً من خولۃ۔

ترجمہ: ابن ابی سوید روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ: نیک اور پاکباز عورت، خولہ بنت حکیمؓ کا خیال ہے (اور اپنے خیال اور گمان کے مطابق) انہوں نے کہا کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ اپنے دونواسوں میں سے ایک کو گود میں لئے ہوئے تھے اور فرماتے تھے (کہ اے بچو!) تم آدمی کو بخیل بناتے ہو، بزدل بناتے ہو، اور جاہل و بے علم بناتے ہو۔ اور بے شک تم اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اور اس باب میں ابن عمر اور اشعث بن قیسؓ سے بھی روایات آتی ہیں۔ اور ابن عیینہ کی حدیث، ابراہیم بن میسرہ سے ہمیں ابن عیینہ کے علاوہ کسی اور سے معلوم نہیں ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز کا سماع، حضرت خولہ سے ہمیں معلوم نہیں۔

حضرت خولہ بنت حکیمؓ: حضرت خولہؓ حکیم بن امیہ سلمی کی بیٹی تھیں۔ ان کو "خویلۃ" بھی کہا جاتا ہے یعنی تصغیر کے ساتھ بھی ان کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے نکاح میں تھیں۔ یہ مشہور صحابیہ تھیں۔ بعض کا کہنا ہے (کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کے بعد) انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ سے بدون مہر کے ہبہ کر کے نکاح کر دیا تھا۔ (تحفۃ الأحوذی) لیکن بعض کا قول ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے کسی بھی عورت سے بدون مہر کے بطور ھبہ کرنے، اپنے نفس کے نکاح نہیں کیا۔ یعنی اگرچہ سورۃ الاحزاب کی آیت: وامرأۃ مومنۃ إن

وهبت نفسها للنبي إن اراد النبي أن يستنكحها (الاية ۔ الاحزاب ۔۵۰)
میں نبی کریم ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ اس قسم کے نکاح کی اجازت دی گئی ہے لیکن ایسا کوئی نکاح موجود نہیں ہوا۔

بہرحال حضرت خولة بنت حکیمؓ بڑی شان کی صحابیہ تھیں، بہت سے صحابہ وتابعینؒ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ علم اور ورع وتقوی کے بلند مقام پر فائز تھیں۔ چنانچہ روایت مذکورہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان سے روایت کرنے کے وقت ان کو "المرأة الصالحة" سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی نیک اور پاکباز عورت۔

وهو محتضن أحد ابني ابنته ۔ محتضن، احتضان سے اسم فاعل ہے۔ احتضان کے معنی ہے گود میں لینا اور حضن کے معنی ہے، گود۔

حضانت بھی اسی سے ماخوذ ہے جو کہ اصطلاح میں بچے کی پرورش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ أحد ابني ابنته یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراؓ کے دو بیٹوں (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) میں سے ایک کو گود میں لئے ہوئے تھے اور ان سے فرمایا کرتے تھے، انكم لتبخلون و تجبنون وتجهلون، تینوں صیغے باب تفعیل سے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بچو! تم آدمی کو بخیل، بزدل، اور جاہل بنادیتے ہو، کیونکہ جب آدمی کے ہاں بچہ پیدا ہوجائے تو بچوں کی خاطر کوڑی کوڑی جمع کرنے لگتا ہے۔ اور اعمال خیر میں مال لگانے سے رک جاتا ہے، اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں بچوں کی ضروریات پوری کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ نیز بچوں کا بے سہارا رہ جانے کے خوف سے شوق شہادت کم ہوجاتا ہے اور جہاد میں جانے سے ڈر لگتا ہے۔ اور یونہی آدمی بزدل بن جاتا ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ بڑے بڑے جنگجو اور بہادر بسا اوقات کسی آدمی کے نازیبا حرکات اور ناگفتہ بہ کلمات پر چشم پوشی کر کے جنگ وجدل سے پہلوتہی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ کہیں اس کے بچوں کو خطرات لاحق نہ ہوں۔ اسی طرح بچوں کے لئے روزی کمانے کی فکر اور انکے ساتھ محبت واشتغال کی وجہ سے آدمی علم حاصل نہیں کرسکتا اور اسی طرح وہ جاہل بن جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایسا مولوی صاحب کہیں سینکڑوں ہزاروں میں ایک ہوگا جو عیال دار بنجانے کے بعد طلب علم کے لئے نکل کر عالم دین بن چکا ہو۔ بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم والدین کو تو چھوڑ کر علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے، لیکن جب بیوی اور بچے آجاتے ہیں تو وہ اس کے لئے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اور پھر وہ تحصیل علم کو مکمل نہیں کرپاتا۔ ؎ اے جگر بند و پائے بند عیال دگر آزادگی مبند خیال

وانكم لمن ريحان الله اور تم اللہ تعالی کی رحمت ہو۔ ریحان کا معنی ہے رحمت، رزق، رزق کی فراخی، اور سونگھنے کا خوشبودار پودا۔ اور یہ آخری معنی لینا بھی درست ہے کیونکہ بچہ بھی خوشبودار پھول کی طرح سونگھا جاتا ہے اور اس کا بوسہ لیا جاتا ہے اور ترمذی نے حضرت انسؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ، حسن اور حسینؓ کو بلاتے تھے اور ان دونوں کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے سینہ سے لگالیتے تھے۔

اور طبرانی کی ایک روایت حضرت ابوایوبؓ سے مروی ہے: قال: دخلت علی رسول الله ﷺ والحسن والحسین یلعبان بین یدیه فقلت أتحبهما یارسول الله؟ قال: وکیف لا؟ وهما ریحانتای من الدنیا أشمهما انتهی (تحفۃ الاحوذی)

ترجمہ: حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور حسن و حسینؓ آپ ﷺ کے سامنے کھیلتے تھے تو میں نے کہا' یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان سے کس طرح محبت نہ رکھوں؟ حالانکہ دنیا میں تو یہ میرے دو گلدستے ہیں کہ میں ان کو سونگھتا ہوں۔

پس ان روایات کی بناء پر انکم لمن ریحان الله کا یہ معنی لینا بھی درست ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے خوشبودار پودوں میں سے ہو۔

(مجھے اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں ایک بیٹا دیا ہے۔ جس دن میں حج سے آیا (ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۲۷ مئی ۱۹۹۴ء اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے حج کے صلہ میں یہ نقد نعمت عطا فرمائی۔ میں نے اسکا نام خذیمہ رکھ دیا ہے۔ اسامہ کا چھوٹا بھائی ہے۔ حامد الحق اور راشد الحق دو بھائی تھے' اسامہ اکیلا تھا اب یہ بھی بحمداللہ دو ہوگئے۔ اسامہ اور خذیمہ (بارک الله فی اعمارهم) تو بچے اللہ تعالیٰ کی پیاری نعمت ہے) لانعرف لعمر بن عبدالعزیز سماعاً من خولة:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے عمر بن عبدالعزیزؒ کا سماع معلوم نہیں۔ اس کے متعلق حافظؒ نے ''تہذیب التھذیب'' میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت خولہ بنت حکیم سے مرسلاً روایت کرتے ہیں' پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ روایت حضرت خولہ بنت حکیم سے منقطع ہے۔

اولاد کی مدح اور ذم میں تطبیق: اس روایت میں پہلے تو اولاد کی مذمت کی گئی ہے کہ بچے آدمی کو بخیل' بزدل اور جاہل بنا دیتا ہے۔ اور پھر حدیث کے آخر میں ذم سے مدح کی طرف رجوع کیا گیا ہے کہ اس کے باوجود اولاد اللہ تعالیٰ کی رحمت' اور ایک قسم کی نعمت ہے۔ پس اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہے اور فتنہ و امتحان بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو اپنی نعمتوں کی فہرست میں شمار فرمایا ہے۔ وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدة ورزقکم من الطیبٰت أفبالباطل یومنون وبنعمة الله هم یکفرون۔ (النحل ۷۲)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے دیئے۔ اور کھانے کو دیں تم کو پاکیزہ چیزیں۔ پس کیا یہ لوگ جھوٹی چیزوں پر عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کی بے قدری کرتے ہیں؟

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: امدکم بانعام وبنین ○ وجنت وعیون ○ (الشعراء: ۱۳۳-۱۳۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے دیئے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے۔

حضرت زکریاؑ نیک اولاد کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے تھے: رب هب لی من لدنک ذریة طیبه (ال عمران:۳۸) ترجمہ: اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

ورحضرت ابراہیمؑ نیک اولاد دینے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ الحمدلله الذی وهب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق (ابراھیم:۳۹)

ترجمہ: شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھ کو بڑھاپے میں (دو بیٹے) اسماعیل اور اسحٰق (علیہما السلام) عطا فرمایا۔

ان آیات کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' کہ بعض بیویاں اور اولاد آپ کے دشمن ہیں۔ ان سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ سورۃ التغابن میں ارشاد ربانی ہے: یا ایھا الذین امنوا ان من ازواجکم و أولادکم عدوا لکم فاحذروھم (الایۃ) ترجمہ: ایمان والو! بے شک تمہاری بعض بیویاں اور (بعض) اولاد تمہارے لئے دشمن ہیں۔ پس تم ان سے بچتے رہو۔ اور اس کے بعد دوسری آیت میں ارشاد ہے:

انما أموالکم و اولادکم فتنة و الله عنده اجر عظیم (التغابن:۱۴۔۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد' یہ آزمائش کی چیز ہے' اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

<u>بیوی بچے بڑا امتحان ہیں:</u> خلاصہ یہ ہوا کہ اولاد دنیا کی مرغوب چیزوں میں سے ہے اور اولاد کے ساتھ محبت ایک فطری چیز ہے۔ پس ایسی محبوب و مرغوب چیز کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنا' بڑی نعمت ہے۔ لیکن بعض مرتبہ آدمی بیوی اور بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے اور بیوی بچوں کی خاطر بہت سی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور بہت سی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے اور اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے جو کہ انسان کے ابدی خسران کا سبب ہے۔ پس جو اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنے وہ درحقیقت اس کے بدترین دشمن ہیں۔ اور یہ ایسے دشمن ہیں کہ ان کی دشمنی کا بسا اوقات انسان کو احساس نہیں ہوتا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو ایسا نہ ہو کہ ان کی دنیا سنوارنے کیلئے اپنا دین برباد کرلو۔ بیوی بچے اور مال سب چیزیں امتحان کے لئے ہیں کہ کون ان فانی چیزوں کی محبت میں پھنس کر آخرت کی دائمی نعمتوں کو فراموش کرتا ہے۔ اور کون ہے جو ان چیزوں کو آخرت کے لئے ذخیرہ بناتا ہے اور ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ پس بچوں کے ساتھ محبت میں اعتدال سے کام لینا چاہیے کہ بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرے ان پر حسب استعداد خرچ کرے انکی تربیت کا پورا خیال رکھے۔ ان کو علم دین سکھا کر اچھی راہ پر لگا دیں تو یسی اولاد والدین کیلئے انکی زندگی میں بھی رحمت' راحت' سکون عزت اور خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور والدین کے فوت

ہونے پر بھی انکے لئے باقیات الصالحات ہونگی اور اگر کوئی آدمی اولاد کی محبت کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دے دے اور انکی محبت اور ان کے ساتھ مشغولیت اس کیلئے عظیم مقاصد کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے بہترین عمل سے اس کو روکے، تو وہ اولاد جو ایک نعمت خداوندی تھی اس کیلئے وبال اور دشمن جان بن جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ خسارے میں پڑ جاتا ہے اس خسارے سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ بطور تنبیہ فرماتا ہے یآایھا الذین آمنوا لاتلھکم أموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ۔ ومن یفعل ذلک فأولئک ھم الخسرون (المنافقون:۹) ''اے ایمان والو! تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جس نے ایسا کیا (کہ مال واولاد کے وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کو بھلا دے) تو یہی لوگ ہیں خسارے میں پڑنے والے۔'' پس جو آدمی مال اور بیوی بچوں سے مناسب رویہ اختیار کرے اور ان کی فکر ومحبت کی وجہ سے احکام شرع اور ذکر الٰہی میں خلل نہ ڈالے تو یہ چیزیں اس کے لئے قرب کے منازل کو طے کرنے میں مددگار اور زحمتِ سفر ثابت ہوسکتی ہیں اور جو آدمی ان چیزوں کی محبت کو دل میں اس طرح جگہ دے دے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اسکے دل سے نکل جائے اور فکر آخرت سے غافل ہو جائے تو یہ چیزیں اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ کشتی پانی کو اپنے اندر داخل نہ ہونے دے۔ تو پانی کی سطح کی پر کشتی منزل تک پہنچ جاتی ہے اور جب پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔

آب اندر زیر کشتی پشتی است آب در کشتی ہلاک کشتی است

باب ماجاء فی رحمة الولد

بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا بیان

حدثنا ابن أبی عمر وسعید بن عبدالرحمن قالا ثنا سفیان عن الزھری عن أبی سلمة عن أبی ھریرة قال أبصر الاقرع بن حابس النبی ﷺ وھو یقبل الحسن۔ وقال ابن أبی عمر۔ الحسن أوالحسین۔ فقال ان لی من الولد عشرة ماقبلت أحدامنھم فقال رسول اللہ ﷺ :انه من لایرحم لایرحم۔ وفی الباب عن انس وعائشة وأبوسلمة بن عبدالرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) اسمه عبداللہ بن عبدالرحمن۔ وھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اقرع بن حابسؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسنؓ کا بوسہ لے رہے ہیں تو اقرع بن حابسؓ نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں؟ میں نے تو ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ اور اس باب میں

حضرت انس اور حضرت عائشہ اور حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ اس (ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن) کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

گزشتہ باب میں یہ ذکر ہوا کہ بچے بخل، جبن اور جہل کا سبب ہیں۔ اس باب میں بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا بیان ہے اور یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ بچوں کے ساتھ پیار اور محبت کا برتاؤ کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ دین اسلام اس کا تاکید کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ جو آدمی بچوں پر اور دوسری مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ یہ طرز اس لئے اختیار کیا گیا کہ بعض گنوار بدوی قسم کے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے کسی بات کا ایک پہلو ذکر کیا جائے تو وہ وہی رخ اختیار کر لیتے ہیں اور دوسری جانب مڑ کر دیکھتے بھی نہیں ہیں۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ بعض ناسمجھ لوگ جب یہ سن لیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بچوں کو بخل، بزدلی اور جہل کا سبب فرمایا ہے۔ اس وجہ سے وہ ان کے ساتھ رحمت و شفقت بھی ترک کر دے اور بچوں کے ساتھ سخت مزاجی کا معاملہ اختیار کر دے۔ بعض لوگوں کی طبائع ایسی سخت ہوتی ہیں کہ بیوی بچوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے تند مزاجی سے پیش آتے ہیں اور بچوں کو گود میں لینا اور ان سے محبت و شفقت کرنا مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ایسا کرنا اخلاق کریمانہ کے خلاف ہے۔ اسلام ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی سکھاتا ہے۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ بچوں کیساتھ محبت میں اس طرح بھی مشغول نہ ہو جائے کہ اس وجہ سے وہ بخیل بن کر انفاق فی سبیل اللہ سے رک جائے۔ اور بزدل بن کر جہاد فی سبیل اللہ سے جی چرانے لگے اور علم دین حاصل کرنا کو چھوڑ کر جاہل بن جائے۔ بچوں کیساتھ محبت میں ایسا انہماک اختیار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھول جائے اور فرائض اسلامیہ سے غفلت برتنے لگے۔ یہ محبت میں افراط اور غلو ہے جو کہ حرام اور ناجائز ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ والدین بچوں کو گود میں نہ لیں اور ان کا بوسہ نہ لیں، انکے ساتھ رحمت و شفقت کا برتاؤ نہ کریں یا ان سے پیار و محبت کی باتیں نہ کریں۔ ایسا کرنے سے بچے والدین اور بڑوں کی شفقت سے محروم رہ جائیں گے جو کہ شریعت مقدسہ میں کبھی بھی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ کا، یا حسنؓ اور حسینؓ دونوں میں سے کسی ایک کا بوسہ لیا۔ اسی طرح دوسری روایات میں جناب رسول اللہ ﷺ کا بچوں کو گود میں لینا، اور ان پر شفقت کرنا اور ان کے ساتھ خوش مزاجی کی باتیں کرنا منقول ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اعتدال کا راستہ واضح فرما کر امت کی رہنمائی کا حق ادا فرمایا ہے۔

<u>حضرت اقرع بن حابسؓ:</u> حضرت اقرع بن حابسؓ بنو تمیم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ فتح مکہ کے بعد وفد بنو تمیم میں شامل ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں حالتوں شریف اور معزز سمجھے جاتے تھے۔ عبداللہ بن عامرؓ نے ان کو ایک لشکر

کا سپہ سالار بنا کر خراسان کی طرف بھیجا تھا' جوز جان کے مقام پر لشکر سمیت شہید ہو گئے۔ ان سے حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اجمعین) (الاکمال فی اسماء الرجال للخطیب)

وقال ابن أبي عمر الحسن أو الحسين: امام ترمذیؒ کو یہ روایت مذکور سند کے ساتھ دو راویوں نے بیان کی ہیں۔ (۱) ابن ابی عمر (۲) اور سعید بن عبدالرحمٰن۔ پس امام ترمذی کے ان دونوں شیوخ میں سے ثانی الذکر شیخ سعید بن عبدالرحمٰن نے تو جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے جس نواسے کا بوسہ لیا وہ حضرت حسنؓ تھے' لیکن اول الذکر شیخ ابن ابی عمر نے تردید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حسنؓ یا حسینؓ دونوں میں سے کوئی ایک تھے۔

انه من لا یرحم لا یرحم: یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اقرع بن حابسؓ کی اس عادت کو پسند نہیں فرمایا جو کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے دس بچوں میں سے کسی ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عادت کو رحمت وشفقت کے خلاف قرار دے کر فرمایا۔ انه من لا یرحم لا یرحم: بات یہ ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔ اور حاصل معنی اس کا یہ ہے کہ جو آدمی مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ اگرچہ موقع تو خاص بچوں کیساتھ رحمت وشفقت کی ترغیب دلانے کا تھا لیکن جناب ہادی عالم ﷺ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو تعمیم کا اور بوڑھوں' بچوں' جوانوں' مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ارحموا من في الارض یرحمکم من في السماء (الحدیث) ترجمہ: تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا (یعنی اللہ تعالیٰ جس کی شان بلند و بالا ہے) تم پر رحم کرے گا۔

؎ کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

اور ایک صحیح حدیث میں ہے۔ انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء (الحدیث) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان پر رحم فرماتا ہے' جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں۔

بلکہ انسانوں سے بڑھ کر حیوانات اور جانوروں پر بھی رحم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور جالب رحمت خداوندی ہے اور جانوروں کے ساتھ ظلم اور تشدد کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو اس وجہ سے جنت میں داخل فرمایا کہ اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔ اس عورت کو اس پر رحم آیا اور اس نے اس کتے کو پانی پلایا۔ اور ایک دوسری عورت کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے جہنم میں بھیجا کہ اس نے ایک بلی باندھ رکھی تھی' نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ وہ زمین میں پھر کر کچھ کھا پی لے اور نہ خود اس کو کچھ کھانے پینے کے لئے دیتی تھی۔

سلسلہ خطبات جمعہ　　شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

اماراتِ قیامت

<u>جب اولاد والدین کو حقیر جانے:</u> رہی حضورؐ کے ارشاد کی دوسری توجیہہ کہ بیٹی ماں کو حکم دیگی تو ہمارے ہاں گھر گھر اس برائی کا دور دورہ ہے حضورؐ کا ارشاد کہ کبر الکبر اور من لم یؤقر کبیر نا ولم یرحم صغیر نا فلیس منا (او کما قال) کی ہر جگہ خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ بیٹی اپنی ادھیڑ عمر ماں کو اور بیٹا اپنے معمر باپ کو عقل سے عاری سمجھ کر ان کی بات اور مشورہ کو کوئی وزن ہی نہیں دیتا۔ اور بس چلے تو ان کو اپنے کسی گھریلو ملازم سے بھی کمتر درجہ دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ ان پر حکم چلانا تو عار ہی نہیں سمجھتے اگر بیٹا دولت مند اور کسی عہدہ پر فائز ہو جائے اور بیٹی کی دولتمند گھر میں شادی ہو جائے تو اپنے سادہ دغریب باپ و ماں کو والدین کہلانے کی بجائے ان کو اپنا دیہاتی ملازم ظاہر کرتے ہیں۔

<u>جب نااہلوں کی حکومت ہوگی:</u> دوسری نشانی قیامت کی اس حدیث میں یہ ذکر فرمائی کہ ننگے پاؤں اور ننگے جسم پھرنے والے فقیر و کوڑی کوڑی کے محتاج اور سارا سارا دن بکریوں کے چرانے والے حکومت کے ایوانوں اور بلند و بالا محلات کے مالک ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ کل تک جو لوگ شریف النسل' بلند خاندان اور مہذب معاشرہ کے افراد تھے۔ حوادث زمانہ اور انقلابات کی وجہ سے وہ گوشہ گمنامی کا شکار ہو جائیں گے۔ غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کا شکار ہو کر بے روزگاری و پریشان حالی میں اپنی حیثیت اور مقام کو کھو جائیں گے۔ معاشرے و سماج میں ان کا نام ونشان تک نہ رہے ان کی جگہ وہ لوگ جن کا کل تک معاشرے میں نام لینے والا کوئی نہ تھا' حسب ونسب' شرافت و خاندان' تہذیب وشائستگی کے اعتبار سے بالکل بے حیثیت تھے تعلیمی واخلاقی ہر لحاظ سے پست سمجھے جاتے تھے۔ سماج و رواج کے غیر عادلانہ سیاست کی بدولت حکومت ومسندِ اقتدار کے مالک بن جائیں۔

اس نشانی پر اگر ہم غور کریں تو تقریباً یہ بھی ظاہر ہو چکی ہے ممکن ہے ابھی انتہا کو نہ پہونچی ہوں' اپنے اطراف میں اگر اقتدار و دولت کے اصحاب پر نظر ڈالیں تو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ قابض و براجمان ہیں جنکا ذکر آقائے نامدار ﷺ نے اس مشہور حدیث میں فرمایا ہے' دھوکہ وفریب و ناجائز ذرائع سے کمانے والے وہ معمولی لوگ' بڑی بڑی جاگیروں' محلات' بینک بیلنسوں کے مالک بن کر اقتدار و حکمرانی پر بھی قابض ہو گئے۔ حقیقی شرافت ونجابت اور اہلیت رکھنے والوں کو ذلیل کر کے انکا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس سے بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اب اس دنیا کے خاتمہ کا وقت آ چکا

ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرما کر سلامتی ایمان کیساتھ قبر اور قیامت کی تیاری کے اسباب پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ امین!

فکر آخرت: نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد فقال رسول الله ﷺ: سبعة يظلهم الله في ظله يوم لاظل الا ظله' امام عادل و شاب نشاء في عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمسجد و رجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل دعته امراة ذات حسب وجمال فقال انى اخاف الله و رجل تصدق بصدقه فاحفا هاحتى لاتعلم شمالا' ماتنفق يمينه ورجل ذكر الله خالياً ففاضت علينا. او كما قال عليه الصلوة و السلام۔

تمہید: شفیع المذنبینؐ روز قیامت کے اور ان سخت ترین دن کے مصائب سے بچنے کے اعمال واسباب کی طرف ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیامت کا ہولناک منظر: کہ جو شخص دنیا میں قیامت کے منظر کو دیکھنے کا خواہاں ہو تو وہ سورئہ اذا السماء انشقت و اذنت لربها حقت اور اذا السماء انفطرت و اذا الكواكب انتثرت کے مفہوم ومعنی کا استحضار کرے۔ چاند وسورج اور ستاروں سے جگمگاتا ہوا آسمان پھٹ جائے گا۔ زمین لپیٹ دی جائیگی' سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا۔ قبور کھل کر مردے اس سے جیسا پودے زمین سے اُگتے ہیں نکل آئیں گے' تخم ریزی کے بعد اچانک جس طرح کھیت میں زمین چیر کا نیا نیا پودا نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام انسانوں کا دوبارہ بعث بعد الموت ہوگا۔ دوسری جگہ قیامت کے واقع ہونے کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا' اذا وقعت الواقعة ليس لوقعتها كاذبه یعنی جب قیامت واقع ہو جائے گی اور اس کے وقوع کو جھٹلانے اور من گھڑت کہلوانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یوم آخرت سے افسوسناک بے فکری: لیکن افسوس کہ ہم اس یقینی واقع ہونے والے دن اور اس کی سختیوں سے بے خبر ہو کر ایسا اس فانی دنیا میں ڈوب گئے کہ قیامت' موت اور قبر کا صرف زبانی ذکر تو ہے مگر ان اندوہناک مقامات میں اپنے لئے بچاؤ کی تدابیر سے ایسے بے فکر کہ لگتا یوں ہے کہ گویا ہم دل سے اس کے قائل ہی نہیں۔

مرشد اعظم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد اور روز محشر کیا کیا حالات پیش آنے ہیں تو شدید غم وہیبت سے لوگ مکانات اولاد اور بیویوں کو چھوڑ کر مجنونانہ انداز میں جنگلوں کی طرف بھاگ کر دنیا کی وقتی وفانی راحت وسکون بھول جائیں۔

شدت گرمی: صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث میں بے شمار احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت

کے دن گرمی کس شدت سے ہوگی، دھوپ سروں پر ایک میل یعنی دارالعلوم حقانیہ سے لے کر اکوڑہ خٹک کے سٹیشن تک کے فاصلہ پر ہوگا۔ آج جب کہ سورج کروڑوں میلوں کے فاصلے پر ہمارے سروں سے دور ہے گرمیوں کے مہینے میں نو بجے صبح سے عصر تک دھوپ میں نکلنا اور اس کی حرارت برداشت کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ دھوپ کے اثر سے بچنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، بے شمار نسخے وترکیب بروئے کار لائے جاتے ہیں کہ کہیں سن سٹروک سے آمنا سامنا نہ ہو ان ایام میں ہر ملاقاتی دوسرے ملنے والے سے گرمی کی شکایت اور بدن پر اس کے واقع ہونے والے تکلیف دہ اثرات کا واویلا کرتا رہتا ہے جب کہ یہ دھوپ کروڑوں میل سروں سے دور رہتی ہے اور قیامت کے دن انسانی سروں سے اس کی دوری صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہوگی تو اس کی گرمی اور روز محشر جمع ہونے والوں پر اس کے مضر اثرات کا تصور بھی بدن پر لرزہ طاری ہونے کے لئے کافی ہے۔

کربناک واقعہ: کیونکہ اس دن نہ بجلی کا پنکھا، نہ ائرکنڈیشنڈ اور نہ اور کوئی گرمی سے بچانے والا آلہ ہوگا، بلکہ وہ حاضری ایک ایسے وسیع وعریض ہموار میدان میں ہوگی کہ اگر اس کے مشرقی جانب آخری سرے میں ایک آدمی کھڑا ہو تو وہ اس وسیع میدان کے مغربی جانب آخری سرے میں کھڑے آدمی کو دیکھ سکے گا، اس میدان میں نہ پہاڑ نہ درخت، نہ مکان، نہ پستی اور نہ اونچائی ہوگی۔ اس کی جانب اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ

لا تری فیھا عوجا ولا امتا

نفسا نفسی کا عالم: دنیا میں اگر بچے کو تکلیف ہو تو باپ کی طرف مدد کے لئے دوڑتا ہے، بیوی خاوند کی طرف، بھائی بھائی سے مدد مانگتا ہے مگر اس کربناک موقع پر ہر کوئی اپنے اپنے پسینہ میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق ایسا ڈوبا ہوگا کہ ہر ایک اپنے دنیاوی قریب سے قریب قرابت دار سے دور بھاگے گا۔ جیسے کہ اس عالم فانی میں وبائی اور عمومی مصیبت آنے کی صورت میں کبھی کبھی ہر کسی کو اپنی اپنی فکر لاحق ہو کر دوسرے سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس عالم کے مصائب وتکالیف کی عالم برزخ و عالم حشر و عالم جہنم کے مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

صالح امتی نبی کیلئے باعث افتخار ہے: قیامت کے دن میں وہ لمحہ بھی ہے جس کے بارے میں شفیع المذنبین صلعم فرماتے ہیں کہ اے میرے امتی ہونے کے دعویدارو۔ کہیں میرے اور میری امت کے لئے بدنامی اور ذلت کی علامت بن کر مجھ سے سامنا نہ کرنا پڑے کہ کسی نبی کے امتی ہزار سال کی عبادت کا تحفہ وہدیہ لے کر میدان حشر میں حاضر ہو اور کسی رسول کا مجتمع پانچ سو سال کی فرمانبرداری واطاعت کا پروانہ لے کر وارد میدان ہو اور میرا کوئی امتی اولین و آخرین کے درمیان اس حال میں آمے کہ اسے اپنی گردن پر کسی کے غضب وچوری سے حاصل کیا ہوا مال مسلمان کی عزت وجان کے خون کے جرم اور حقوق العباد سے لاد کر میرے پاس یا رسول اللہ اغثنی یعنی سفارش کی غرض سے حاضر ہو کر پوری امت کے لئے بدنامی کا باعث بن جائے۔ .... (جاری ہے)

مولانا عبدالقیوم حقانی *

دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں حقانی خاندان کی خواتین اور خصوصاً مرحومہ کا حصہ

۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اکابر اساتذہ، شیوخ، علماء کرام، فضلاء اور جامعہ کے تمام درجات کے طلبہ کا جامع مسجد میں اجتماع منعقد ہوا۔ حاضرین نے حضرت مولانا سمیع الحق کی اہلیہ مرحومہ و مغفورہ کے لئے قرآن خوانی، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی۔ اس موقع پر جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے حکم پر درج ذیل خطاب فرمایا۔ جو ٹیپ ریکارڈر سے نقل کر کے من و عن نذر قارئین ہے۔ .... (ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مجھے حد درجہ احساس ہے کہ میں اپنی مادر علمی، مرکز رشد و ہدایت جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اپنے اکابر اساتذہ و مشائخ کی موجودگی میں لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں۔

میں کبھی یہ جرأت نہ کرتا مگر اپنے مخدوم و مکرم، استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم جو میرے عظیم محسن اور مربی ہیں، جن کی توجہ و عنایت اور احسان و تربیت کے صدقے مجھے قلم پکڑنے کی توفیق ارزانی ہوئی ہے ان کے حکم کی تعمیل، میں سعادت سمجھتا ہوں۔ آج جو ہم نے یہاں دارالعلوم حقانیہ میں ختم القرآن، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا ہے یہ ہماری مرحومہ و مغفورہ روحانی والدہ، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی رفیقہ حیات کے ایصال ثواب کے لئے اہتمام کیا گیا۔ ہے۔ مرحومہ و مغفورہ مولانا حامد الحق اور مولانا راشد الحق کی نسبی اور ہم سب کی روحانی والدہ تھیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ، کی والدہ ماجدہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی والدہ ماجدہ کی طرح مرحومہ و مغفورہ کا بھی دارالعلوم کے قیام، بقا اور استحکام اور اس گلشن کی آبیاری میں برابر کا حصہ ہے۔

ہم دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مرحومہ کے روحانی ابناء اگر ان کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام، مغفرت اور

* مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد، نوشہرہ

رفع درجات کی دعا کریں گے تو یہ ہماری سعادت ہے اگر نہیں کریں گے تب بھی وہ ہمارے اساتذہ کرام کی طرح حقانی فضلاء کے اعمالِ صالحہ میں برابر کی شریک ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ استاذ العلماء، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ایک مرتبہ اپنے درس میں فضلاء سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے اساتذہ کو حصہ وافر دیا کرو اگر تم دعا کرو گے تو یہ تمہارے لئے نیک بختی اور سعادت ہوگی اور اگر بھول جاؤ گے تب بھی تمہارے اساتذہ و مشائخ تمہارے نیک اعمال میں برابر کے شریک ہوں گے۔ مرحومہ و مغفورہ ہم سب فضلاء حقانیہ کی روحانی والدہ تھیں، دعاؤں کا مرکز تھیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، لوگ تعزیت کے لئے آرہے تھے، مجھے یاد ہے حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا ''مجھے ڈر ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت اور علوم و معارف کا یہ عظیم چشمہ کہیں بند نہ ہو جائے کہ اس کے پھوٹنے، پھلنے پھولنے اور ایک عالم کو سیراب کرنے میں پس پردہ میری والدہ ماجدہ کی دعاؤں اور توجہات اور مخلصانہ و بھرپور للہیت کی پشت پناہی تھی۔'' اسی طرح میرا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مرحومہ و مغفورہ کا بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی والدہ اور دادی مرحومہ کی طرح دارالعلوم کی آبیاری، حضرت شیخؒ کے اضیاف، علماء و مشائخ اور طلبہ کی خدمت میں بھرپور حصہ تھا جو مرحومہ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ ایسی مبارک ہستیوں، عظیم شخصیات اور اپنی ان روحانی محسنات کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج ہم دارالعلوم حقانیہ کی مقدس سرزمین کی خاک کے ذرات کو کہکشاں اور آفتاب و مہتاب کی عظمتوں سے کم نہیں سمجھتے۔ میں ایک دفعہ حرم میں بیٹھا ہوا تھا، میزابِ رحمت کے سامنے تو حضرت مولانا پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ میری والدہ علیل ہیں اور قریب کے مکان مین ہیں اور میں انہیں بوجہ علالت حرم میں نہ لا سکا تو مرحوم بہت غضبناک ہوئے اور مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی والدہ کی خدمت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ والدہ کے دل میں آئے کہ میرا بیٹا! اور بیٹا موجود نہ ہو تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ تین چار روز والدہ کی خدمت کی اور صحت یاب ہونے پر جب انہیں حرم میں لایا اور پھر حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے بیٹے! مجھے چند روز قبل آپ کی والدہ کی علالت پر آپ کی غفلت پر طیش آیا اور میں نے غیض و غضب کے لہجے میں بات کر کے آپ کو ناراض کیا، لیکن میں برحق تھا اور میرا علم، مطالعہ اور تجربہ ہے اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خانہ کعبہ کا تقدس و احترام بے پایاں ہے، اسی طرح والدہ کا دل خانہ کعبہ کی طرح عظمت و محبت کا مستحق ہے۔

ہمارے مخدوم زادے مولانا حامد الحق اور مولانا راشد الحق دونوں خوش نصیب ہیں کہ ایام علالت میں اپنی عظیم والدہ کی خدمت کرتے رہے اور ان کی دعائیں حاصل کیں۔ آخر ہم سب کو مرنا ہے اور موت برحق ہے، مگر موت وہ ہو جو اعمال حسنہ کے تسلسل کا باعث بنے۔ مرنے کے بعد صدقہ جاریہ چلتا رہے۔ مرحومہ کے انتقال پر ملال کی خبر جب مجھے اپنے مخدوم مکرم، استاد محترم حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم نے دی تو میں نے گھر میں بات کر دی اور میرے کہے بغیر، اور کسی کی ترغیب و تشویق کے بغیر ہی جامعہ ابوہریرہؓ کے شعبہ مدرسہ البنات میں سینکڑوں

طالبات نے اپنے معمولات روک کر مرحومہ کے لئے ختم القرآن، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا۔ یہ چند روز سے جو آپ علماء مشائخ، فضلاء، دانشوروں اور زعماء قوم وملت کے وفود کی آمد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور مرحومہ کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے مناظر دیکھ رہے ہیں، واقعتاً مرحومہ کی مغفرت اور رفع درجات کا موثر وسیلہ ہیں۔

موت تو بہر حال آنی ہے، لیکن موت وہ ہے جو رب کی ملاقات کے اشتیاق اور جلوہ جہاں آراء کے حسن و جمال کے ولولوں، بیتابیوں اور حسرتوں کا سامان لئے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کیسے آنا ہوا، عرض کیا رُوح قبض کرنے کے لئے فرمایا! ھل رأیت خلیلاً یقبض روح خلیله ''کیا آپ نے کوئی ایسا دوست دیکھا ہے جو اپنے محبوب کی گردن پر چڑھ دوڑے اور اس کی روح قبض کرے'' ملک الموت، پیغمبرانہ فلسفہ عشق و محبت کا جواب نہ دے سکے، ربّ سے پوچھا اور جواب لائے۔ حضرت ابراہیمؑ انتظار میں تھے، فرمایا! رب پوچھتے ہیں ھل رأیت خلیلا یکرہ لقاء خلیله '' کیا آپ نے ایسا محبِ صادق دیکھا ہے جو اپنے محبوب کے جلوہ جہاں آرا کے دیدار سے منہ پھیر لے۔'' حضرت ابراہیمؑ بے اختیار کہنے لگے، ملک الموت! جلدی کر و کہ یہی محبوب کے وصال کا ذریعہ ہے۔

چھوڑ دو کاخِ محبت کے دریچے سارے میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے۔

بہر حال مرحومہ کی نسبی اولاد کی طرح ہم گنہ گار بھی مرحومہ و مغفورہ کے روحانی ابناء ہونے کے حوالے سے تعزیت کے مستحق ہیں۔...... جی چاہتا ہے آپ سے بہت سی معروضات عرض کروں کہ آپ اور ہم سب مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے روحانی ابناء ہیں اور اپنے بھائیوں سے تفصیل سے بات کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں،

<u>معرکہ صلیب و طالبان:</u> مگر کیا کروں گزشتہ چند روز سے میرے دل ودماغ اور فکر و نظر کے تمام زاویوں پر ''معرکہء صلیب و طالبان'' مسلط ہے۔ یہی دھن ہے، یہی فکر ہے، یہی ولولہ ہے، یہی تانے بانے بُنے جارہے ہیں اور شب و روز ان کیفیات میں گزر رہی ہیں جب افغانستان کے نہتے طالبان پر معبودِ باطل، الٰہِ خود ساختہ بُش نے آگ برساتے ہوئے بم اور میزائل برسا کر قرآن و حدیث کے معصوم طالبعلموں کو بھون ڈالنے کا تہیہ کر رکھا تھا تو اس وقت سے تاہنوز پوری دنیا ورطہ حیرت میں۔ ہے کہ یہ طالبان کون ہیں؟ ان کا پس منظر کیا ہے؟ یہ کہاں پڑھتے ہیں؟ ان کے اساتذہ کون ہیں؟ پوری دنیا کے نشریاتی ادارے، پوری دنیا کا الیکٹرانک میڈیا اور دنیا بھر کے بڑے بڑے ماہر صحافیوں، دانشوروں، اخبار نویسوں، ایڈیٹروں، کالم نگاروں اور رپورٹروں نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا رخ کیا کہ طالبان یہاں پڑھتے رہے ہیں، یہاں سے نکلے اور پوری دنیا میں اسلام کی عظمتوں کا جھنڈا گاڑ دیا اور ایک مثالی امن قائم کر کے پوری دنیا میں ثابت کر دیا کہ اسلام امن اور سلامتی کا درس دیتا ہے، دہشت گردی اور بدامنی اور لاقانونیت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ طالبان کے استاذ اور ان کی مادر علمی کے چانسلر حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم (بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

مولانا قاری سعید الرحمٰن *

اسلامی غیرت کے تقاضے

مسلمانوں نے بحیثیت امت اسلام کے جن اصولوں کو چھوڑا ہوا ہے' ان میں ایک غیرت ایمانی بھی ہے' ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ''مومن غیرت مند ہوتا ہے'' اسی غیرت ایمانی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ مسلمان کفر کے سامنے کبھی بھی گردن جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی بھی مسلمانوں نے غیرت ایمانی کو چھوڑا تو زوال وادبار کا ایسا غیر متناہی سلسلہ شروع ہوا جو کہیں رکتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ پوری امت اپنے دین کو چھوڑنے کی پاداش میں ایسی گہرائی میں گر رہی ہے جس کا انداز نہیں لگایا جا سکتا' جب غیرت ایمانی سے ہم ہاتھ دو بیٹھیں تو عقل بھی مسخ ہو جاتی ہے' غیرت نہ ہونے کی وجہ سے غیروں کی کاسہ لیسی ہی میں کامیابی کا راز سمجھا تا ہے' آج پورے دنیا کے مسائل مسلمانوں سے وابستہ ہیں' یہ مسائل اپنی کم فہمی اور ملی غیرت کے فقدان کی وجہ سے روز بروز بڑھ رہے ہیں' مسلمان حکمران اپنے طور پر خوش ہیں کہ ہم نے آقائا امریکہ کو خوش کر کے اپنے کو بچا کر بڑا تیر مارا۔ طالبان اور افغانستان پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید ضرورت نہیں۔ تاریخ کا یہ ریکارڈ مستقبل کے مورخین کے لئے چھوڑ دیتے ہیں' طالبان کی اسلامی تحریک کو ختم کرنے میں ہم نے جو بے غیرتی اور ظالمانہ کردار ادا کیا ہے' وقتی طور پر شاید ہم اس کو نظر انداز کر دیں' لیکن تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ نہ اللہ کے یہاں ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہے' ایک مسلمان کے نزدیک اصل چیز آخرت کی جواب دہی ہے' وہاں پر ہم کیا عذر پیش کریں گے کہ امریکی وہشت گردوں کے سامنے ان نہتے مسلمانوں اور قرون اولی کی یادگار نشانی طالبان کو کیوں پیش کیا' اور ان ظالموں کے ہاتھوں ان کو تہ تیغ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون ازلی میں ہمارے لئے ان کے قتل کرنے اور تباہ کرنے پر امریکہ کا پارٹنر بننے کی کوئی گنجائش نہیں تھی' جن جن لوگوں نے جس جس انداز سے اور جس جس طریقہ سے اس ظالمانہ کردار میں حصہ لیا' مسلمانوں کو اس اجتماعی نقصان پہونچانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور سزا کا قانون اٹل ہے' ہم لاکھ انکار کریں اور جعلی وجوہات اختراع کریں' لاجسٹک سپورٹ کے نام پر مسلمانوں کی ایک تاریخ مٹانے کے ہم مجرم ہیں۔ اس جرم کی سزا دنیا و آخرت میں کیا ملے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر قرآنی حقائق اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا عبرتناک ہوگی اور ظالموں کو چین نصیب نہ ہوگا' اسی

---

* مہتمم جامعہ اسلامیہ' راولپنڈی صدر

غیرت ایمانی کے فقدان کا مظاہرہ ہم نے اپنے محسنوں یعنی ایٹمی سائنسدانوں سے سلوک کے ساتھ کیا ہے' کھوکھلے نعرے ہیں جو کئی ہفتوں سے اخبارات اور ذرائع ابلاغ کی زینت بن رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایٹمی اثاثے مضبوط ہاتھوں میں ہیں۔ یہ عجیب مضبوط ہاتھ ہیں کہ ایٹم بم بنانے والوں کو دنیا کے لئے تماشا بنادیا گیا' پاکستان کے وہ وزراء جو اپنی پارٹیوں کو چھوڑ کر کوچہ سیاست میں اپنی قیمت لگانے کے لئے اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ انہوں نے ایٹمی سائنسدانوں کی کردار کشی کو انتہا کردی ہے' امریکی وفاداری میں حدود سے متجاوز ہوکر روزانہ نت نئے بیانات سے اپنی نوکری پکی کررہے ہیں' ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ہر وزیر امریکہ سے مغلوبیت کا بیان دے رہا ہے گویا انکی تربیت ہی اس مقصد کے لئے ہوئی ہے کہ قوم کے دل میں امریکہ کی جابرانہ قوت اور ظالمانہ کردار کی دھاک بٹھائی جائے۔ قوم کے دلوں میں ان وزراء اور سرکاری ترجمانوں کے بیانات سے ایک زبردست اشتعال پیدا ہورہا ہے اور ایسا لاوا پک رہا ہے جو نہ معلوم ہماری اقتدار کو بھسم نہ کردے' قوم میں ابھی غیرت ایمانی کی رمق باقی ہے' اور اسی سے کچھ ڈھارس بندھ رہی ہے' ورنہ ذرائع ابلاغ زرخرید غلاموں کی طرح امریکہ کی مدح سرائی میں لگے ہوئے ہیں۔ بعض صحافی حضرات اور تجزیہ نگاروں کو صرف یہ معروضی حقائق نظر آرہے ہیں کہ جس قدر جلد دوسرے معاملات کی طرح ایٹمی سائنسدانوں کو امریکی سولی پر چڑھادیا جائے اسی میں ملک وقوم کی بہتری ہے۔ قوم کو بزدل اور بے ضمیر بنانے کی ایک گہری سازش ہورہی ہے۔ اور اسکے لئے عالم کفر نے سرمایہ کے ساتھ ہر حربہ کو اختیار کررکھا ہے

آج جرأت رندانہ کی ضرورت ہے' مسلمانوں کو ایسے حکمرانوں کی ضرورت ہے' جو طاغوتی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکیں۔ ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان کی مدد نہ کرسکے تو کم ازکم دشمن کے ساتھ تو نہ دیں۔ ایران اور لیبیا نے کیا گل کھلائے۔ پورے عالم اسلام کے لئے شرم کا مقام ہے۔ اگر پاکستانی سائنسدانوں کی طرح ایٹم بم نہیں بناسکے تو دوسروں پر الزام تراشی کی کیا ضرورت ہے۔ ایران' روسی سائنسدانوں کا نام نہیں لیتا' جو ببانگ دھل اس کی اب بھی مدد کررہے ہیں۔ ایران کو ''برادر ملک'' کہتے کہتے حکمرانوں کی زبانیں تھک گئی ہوں گی۔ مگر ''برادر ملک'' نے آج یہ حق نمک ادا کیا' اور جس امریکہ سے ظاہری دشمنی مول لی ہوئی ہے' اس کی خوشنودی کے لئے پاکستان کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا ہے' لیبیا بیچارے نے تو اپنا سب کچھ سازوسامان بحری جہاز کے ذریعہ امریکہ بھیج کر اپنی نئی وفاداری کو رقم کیا ہے' نہ معلوم اس کا یہ عمل ''حریت واشتراکیت وعربیت'' کے کس زمرہ میں آئے گا۔

موجودہ بین الاقوامی حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھارت کو سلامتی کونسل کا مستقل ممبر بنانے کے لئے اس کی ایٹمی طاقت کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ اور پاکستانی ایٹمی قوت کو سائنسدانوں کے کردارکشی کے ضمن میں لپیٹ کر ایک طرف کردیا جائے گا' پھر بھی حکمران کہیں گے کہ ایٹمی اثاثے مضبوط ہاتھوں میں ہیں۔ امریکی غلامی کی ایک حد ہوتی ہے'

ہم کہاں تک اس گہرے گڑھے میں گرتے جائیں گے۔ امریکہ پر اس وقت اسلام اور مسلمانوں کا ایک خوف طاری ہے۔ اس خوف میں ظلم کی ہر تاریخ رقم کرنے کے لئے وہ تیار ہے۔ یورپ ایشیا، مشرق وسطیٰ اور اب روس کے اردگرد ہوائی اڈے بنا رہا ہے۔ کہیں سے بھی اسکو خطرہ محسوس نہیں ہوتا ہے تو جو اس کی مرضی میں ہوتا ہے کرنے کے لئے تیار ہے۔ افغانستان و عراق اسکو ابھی تک ہضم نہ ہو سکے، افغانستان میں سینکڑوں امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا اقرار پینٹاگان کر چکا ہے، اور امریکیوں کو خوش کرنے کے لئے ساتھ یہ بیان بھی دیتے ہیں کہ یہ ہلاکتیں اتفاقی حادثات کا نتیجہ ہیں، اور اب اپنی خفت مٹانے کے لئے ایک ممتاز امریکی اخبار ''شکاگو ٹریبون'' کی اطلاع کے مطابق ''پاک افغان سرحد پر القاعدہ کے مکمل صفایا کرنے کے لئے پاکستان کے تعاون اور صدر مشرف کی اجازت سے ایک بڑے آپریشن کی تیاری کی جا رہی ہے'' غالباً صدر بش کو انتخابات میں کامیابی کے لئے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے اب دوبارہ پاکستان کو استعمال کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہم نے وانا آپریشن کے ذریعہ پہلے سے راستہ ہموار کر دیا ہے، شاید اسی لئے امریکہ پاکستان افغانستان کی مشترکہ کونسل کا اجلاس کابل میں طلب کیا گیا ہے۔ اس مشترکہ اجلاس کے بعد ہمیشہ پاکستان پر کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوتی ہے، خدا کرے مسلمانوں کو مزید تباہی سے ہمکنار کرنے والے یہ مشترکہ اجلاس ناکام و نامراد ثابت ہوں۔ حامد کرزئی کی کمزور بنیادوں پر قائم ہونے والی حکومت کب تک امریکی اور یورپی آقاؤں کی امداد پر قائم رہے گی، یہ مضحکہ خیز خبر پریس میں آ چکی ہے کہ چھ سات ہزار افغانیوں کو فوجی تربیت دے کر افغان آرمی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس میں تین ہزار افغان فوجی بھاگ گئے، یہ اس حکومت کی ناکامی کا بین ثبوت ہے اور افغانی اپنی تاریخ کو دہرا رہے ہیں کہ یہاں کوئی بیرونی طاقت قابض نہیں ہو سکتی، جہاں تک عراق کا تعلق ہے تو امریکی جریدہ ''یو۔ ایس۔ اے ٹوڈے'' کی ایک انتہائی خفیہ رپورٹ کے مطابق امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ نے ''قاعدہ بغدادی'' پڑھانے والے مدرسہ میں جو سبق حاصل کیا ہے، اس سے اپنے جنگی رفیقوں کو مطلع کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''امریکہ اور اس کے حلیفوں کو ان دنوں عراق میں سنگین حالات کا سامنا ہے، عراق کی جنگ میں امریکہ کو شروع میں جو کامیابی ملی تھی، اس میں فی الحال پیش رفت ناممکن ہو گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ امریکی اور اتحادی فوجیں کسی نہ کسی طرح کامیابی حاصل کرنے پر قادر ہیں۔ لیکن یہ راستہ طویل اور دشوار گزار ہے'' عمان اور قاہرہ کے اخبارات و رسائل میں عراق سے متعلق جو خبریں مقالات اور تجزیاتی رپورٹیں شائع ہو رہی ہیں ان کے مطابق مشہور دانشور فہمی ہویدی نے عراقی مجاہدین کے حوالے سے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور مجاہدین اسلام کے ناموں سے ۲۷ جماعتیں امریکہ و برطانیہ کے خلاف جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ عراق کے مشہور قوم پرست لیڈر عبدالکریم علومی کی رپورٹ عرب اخبارات میں شائع ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''امریکہ اور اسرائیل نے اپنے (ظالمانہ) اقدامات سے عراقیوں کو منظم کرنے میں بڑی قیمتی مدد دی ہے، وہ کہتے ہیں کہ امریکہ نے عراق پر قبضہ کرتے ہی پندرہ لاکھ عراقی فوجیوں کو چھٹی

دے دی۔ دس لاکھ بعثی ارکان وممبران اور دو ہزار یونیورسٹی کے اساتذہ کو بھی برطرف کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ان سب نے امریکہ کے خلاف اسلحہ اٹھانے کا ارادہ کرلیا' دوسری طرف اسرائیل نے یوں عراقیوں کی مدد کی کہ امریکیوں کو انہوں نے بتایا کہ عراقیوں پر قابو پانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کے گھروں کو بلڈوزوں سے برابر کر دیا جائے۔ ان کی خواتین کی عصمت دری کیجئے کم سن بچوں اور نوجوانوں کو چن چن کر مارا جائے۔ ان حرکتوں سے وہ عراقی بھی امریکی فوجوں کے خلاف ہو گئے جو امریکہ کو نجات دہندہ سمجھتے تھے'' روزنامہ الاہرام قاہرہ کے مطابق'' عراق میں امریکی فوجیوں پر روزانہ ۳۰ سے ۳۵ تک حملے ہوتے ہیں اور ہر روز نئی حکمت عملی اور نیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے'' امریکی وزارت شکست پینٹاگون نے بڑے دباؤ کے بعد ابھی حال ہی میں جو اعداد وشمار جاری کئے ہیں کہ ۳۰ نومبر تک دس ہزار امریکی بغداد سے فارغ ہو کر امریکہ جا چکے ہیں' ان میں مقتولین اور زخمیوں کے علاوہ اعصابی' نفسیاتی اور جسمانی امراض میں مبتلا لوگ شامل ہیں' نیز جو امریکی چھٹی لے کر آتے ہیں وہ دوبارہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ خبر بھی مغربی ذرائع ابلاغ سے آ چکی ہے کہ جرمنی کے فوجی ہسپتالوں میں جن امریکی فوجیوں کا علاج کیا جا رہا ہے' وہ راتوں کو سوتے ہوئے ڈر جاتے ہیں' بڑبڑانے لگتے ہیں یا خوف سے چیخنے لگتے ہیں' مڈل ایسٹ خبر رساں ایجنسی نے کرد ذرائع سے خبر دی ہے کہ لاطینی امریکہ کے فوجی خاص طور سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں' ہر روز دس فوجیوں کا اوسط ہے' ترکی اور ایران کی سرحدیں ان بھگوڑے فوجیوں کی پناہ گاہ ہیں' سمگلر ایک امریکی کو فرار میں مدد دینے پر پانچ سو ڈالر نقد وصول کرتے ہیں' ان حالات میں قوم کو امریکہ کی قوت وطاقت سے ڈرانے کی بجائے ان حقائق کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے جن میں ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ حضرت عمرؓ کو جب ایک کمانڈر نے اپنی فوج کی کمزوری اور شکست کا ذکر کیا تو فرمایا'' معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کمی آ گئی ہے۔ اس لئے گناہ سے بچو' ظاہری طاقت میں دشمن زیادہ قوت والا ہے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اس کی ظاہری طاقت کا تم بخوبی مقابلہ کرسکو گے''

آج غضب خداوندی کو دعوت دینے والے سب اعمال ہم کر رہے ہیں'' فحاشی اور بے حیائی لازمہ زندگی بن چکی ہے' بغیر سود کے ہمارے لئے گزارا مشکل ہے' اللہ تعالیٰ کی مدد آج بھی آ سکتی ہے' بشرطیکہ ہم اس کے بندے بن جائیں۔ امریکہ کی بندگی سے انکار کریں۔

............خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے............

مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنا مقالہ اصل اور صفحہ کے ایک جانب لکھ کر بھیجا کریں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، انڈیا

ملت کو درپیش امتحان حسن تدبیر یا وقتی جذبات؟

رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں دو طبقوں سے مسلمان نبرد آزما تھے، ایک یہود، دوسرے منافقین، یہودیوں کی مسلمانوں سے مخالفت علانیہ تھی، اور منافقین بغلی دشمن تھے، جو ہمیشہ در پردہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچاتے تھے، اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، عبداللہ ابن ابی ان کا سردار تھا، ابتداءً اس شخص کا نفاق انصار پر ظاہر نہیں تھا، اور وہ اس کو مخلص مسلمان باور کرتے تھے، مدینہ میں اس شخص کو پیغمبر اسلام ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ایک خصوصی مقام حاصل تھا، بلکہ اہل مدینہ اس کو اپنا بادشاہ بنانا چاہتے تھے، مگر اسلام کے بعد عبداللہ ابن ابی کا خواب پورا نہ ہوسکا، غالباً اس لئے بھی عبداللہ ابن ابی کے سینے میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف آتش غضب سلگتی رہتی تھی۔

آپ ﷺ اپنے رفقاء ''مہاجرین اور انصار'' کے ساتھ ایک مہم پر نکلے اس میں عبداللہ ابن ابی بھی شامل تھا، ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا، اور پانی لینے کے مسئلہ پر حضرت عمرؓ کے غلام اور ایک انصاری صحابی کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی، بات آگے بڑھی غلام نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے آواز دی، اور انصاری نے انصار کو پکارا، اور یہ معمولی سا جھگڑا دو شخصوں کا نہ رہا، بلکہ دو جماعتوں (انصار اور مہاجرین) کا اختلاف بن گیا، آپ ﷺ نے دونوں ہی کی فہمائش کی اور بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ معاملہ رفع دفع ہوگیا، لیکن عبداللہ ابن ابی ایسے مواقع کی تاک میں رہتا اس نے اس کو مہاجرین و انصار کے درمیان گروپ بندی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی اور انصار کو عار دلائی کہ یہ نوبت اسی لئے آئی کہ تم نے محمد (ﷺ) اور مکہ سے آنے والے ان کے ساتھیوں کی مدد کی، مہاجرین کے ساتھ ہماری مثال عربی زبان کے اس محاورے کی ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کردو تا کہ وہ تمہیں کو کھا جائے ''سمن کلبک لیا کلک'' پھر یہ بھی کہا کہ مدینہ پہونچ کر جو باعزت لوگ ہیں وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔

عبداللہ ابن ابی نے یہ بات چند انصار کے درمیان کہی، ایک کم عمر انصاری صحابی حضرت زید ابن خالد جہنیؓ نے بھی اپنے سر کے کانوں سے یہ بات سنی، اور جذبہ ایمان کے تحت رسول اللہ ﷺ سے صحیح صورت حال عرض کردی، حضرت عمرؓ پر جوش حق کا غلبہ رہتا تھا، اور باطل ان کو ذرا بھی برداشت نہ تھا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی اس منافق شخص کا سر قلم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، آپ ﷺ نے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا کیا گیا تو

لوگ خیال کریں گے کہ اب محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرا رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے براہ راست عبداللہ ابن ابی سے واقعہ کی تحقیق کی٬ اسنے انکار کیا کہ میں نے ایسی بات نہیں کہی٬ انصار میں سے اکابر اور سر برآوردہ حضرات نے بھی اپنی ناواقفیت کی وجہ سے عبداللہ ابن ابی کی تصدیق کی اور کہا کہ زید تو بچے ہیں٬ ان کی بات کا کیا اعتبار؟ مگر خود وحی الٰہی سے حضرت زید کی تصدیق ہوئی٬ بہرحال اس ناخوشگوار واقعہ کا چرچا پورے قافلہ میں ہوگیا٬ اور بعض بھولے بھالے مسلمانوں کا ذہن ایک حد تک اس سے متاثر بھی ہوا۔

آپ ﷺ نے اس پر کچھ زیادہ گفتگو نہیں فرمائی٬ اور قافلہ کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا٬ آپ ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ صبح میں سفر شروع کرتے تو شام میں کہیں پڑاؤ کرتے اور شام میں سفر کا آغاز فرماتے تو صبح کے قریب کہیں منزل فرماتے٬ لیکن خلاف معمول آپ پورے دن اور پھر اس رات مسلسل چلتے رہے٬ اور اگلے دن دوپہر کے وقت ایک جگہ خیمہ زن ہوئے٬ چلچلاتی ہوئی دھوپ گرم ریت بھوک و پیاس اور مسلسل سفر نے لوگوں کو تھکا کر رکھ دیا٬ اور جو وقتی ناخوشگواری پیدا ہوگئی تھی اس کا اثر بھی جاتا رہا٬ دراصل یہی مصلحت تھی٬ جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے اس سفر کو غیر معمولی طول دیا تھا٬ کہ لوگ اس تلخی کو بھول جائیں!

پھر ایک عرصہ کے بعد جب عبداللہ ابن ابی کا نفاق لوگوں کے سامنے کھل کر آگیا٬ حضرات انصار کو بھی اس کا خوب اندازہ ہوگیا٬ تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے جو مخلص مسلمان تھے٬ اور ان کا نام بھی عبداللہ تھا٬ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا٬ کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے والد کو قتل کرانے والے ہیں٬ اور واقعتاً وہ اپنے نفاق کی وجہ سے اسی لائق ہیں٬ لیکن مجھے حکم فرمائیے کہ میں خود اپنے والد کا سر قلم کرکے آپ کی خدمت میں پیش کردوں٬ آپؐ نے اس سے منع فرمایا٬ اور حضرت عمرؓ کو بلا کر صورت حال بتائی کہ اگر میں نے اس وقت قتل کا حکم دیا ہوتا تو بہت سے لوگ بدگمان ہو سکتے تھے٬ اور آج صورت حال یہ ہے کہ خود یہ لوگ اس کے نفاق اور درپردہ عداوت سے پوری طرح واقف ہو چکے ہیں٬ اور خود اس کا لڑکا اس کے قتل کے لئے تیار ہے٬ حضرت عمرؓ آپ ﷺ کی اس دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے بہت متاثر ہوئے اور بے ساختہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی رائے میں برکت رکھی ہے "بارک اللہ فی رای رسولہ"

یہ ایک مثال ہے حسن تدبیر اور جذبات پر عقل و فراست کو غالب رکھنے کی! اسی کو قرآن مجید نے "صبر" سے تعبیر کیا ہے٬ صبر کے معنی بزدلی اور پسپائی کے نہیں ہیں٬ بلکہ صبر سے مراد حسن تدبیر اور کسی اقدام کے لئے صحیح موقع و محل کا انتخاب کرنے کے ہیں٬ صبر یہ ہے کہ آدمی اشتعال انگیز مواقع پر بھی اپنے آپ کو مشتعل اور بے برداشت ہونے سے بچائے اس لئے کہ اشتعال اور غیض و غضب کی حالت میں انسان کی قوت فیصلہ کم یا ختم ہو جاتی ہے٬ اور فراست و دانشمندی کا دامن اس کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگتا ہے٬ اسی لئے آپ نے غصے کی حالت میں کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے

سے منع فرمایا ہے "لا یقضی القاضی وھو غضبان" کیونکہ غصے کی حالت میں آدمی معاملے کی نوعیت کو سمجھنے اور اس کے بارے میں مناسب رائے قائم کرنے سے قاصر رہتا ہے، جیسے انفرادی اور شخصی معاملات میں یہ ضروری ہے کہ آدمی سنجیدہ حالت میں اہم فیصلے کرے، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ضروری ہے کہ قومی اور اجتماعی مسائل میں ہم اشتعال اور غضب کی کیفیت میں کوئی فیصلہ کرنے اور قدم اٹھانے سے باز رہیں، ورنہ اس کا نقصان سنگین بھی ہوگا، دور رس بھی اور وسیع بھی۔

رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات طیبہ اس طرز عمل کی کھلی ہوئی مثال ہے، جنگ کی حالت ہو، یا صلح کی، ہمیشہ آپ ﷺ نے خوش تدبیری کو وقتی جذبات پر غالب رکھا ہے، صلح حدیبیہ ہی کو دیکھئے بظاہر یہ صلح الف سے یا تک مسلمانوں کی امنگوں کے خلاف تھی، صلح نامہ لکھتے ہوئے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا گیا اہل مکہ کے نمائندے نے اس کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر "باسمک اللھم" لکھنا پڑے گا، آپ ﷺ نے اسے مان لیا، پھر صلح کے فریق کی حیثیت سے آپ کا اسم گرامی "محمد رسول اللہ" لکھا گیا، دوسرے فریق نے "رسول اللہ" کے لفظ کو کاٹنے پر اصرار کیا، آپ ﷺ اس پر بھی تیار ہوگئے، حضرت علیؓ سے برداشت نہ ہوسکا اور وہ اس کلمہ حق کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ ﷺ نے اسے خود محو فرمادیا۔

پھر یہ بات طے پائی کہ مکہ سے جو مسلمان ہوکر مدینہ جائے اسے واپس کردیا جائے اور مدینہ سے جو مرتد ہوکر مکہ آئے، اسے واپس نہ کیا جائے، یہ بالکل امتیاز پر مبنی دفعہ تھی، یہ بھی طے پایا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال آئیں اور صرف تین دنوں قیام کریں، نیز نیام میں رکھی ہوئی تلوار کے سوا کوئی ہتھیار پاس نہ رکھیں، یہ ساری باتیں عربوں کی روایات کے سراسر خلاف تھیں، حرم میں کبھی بھی اور کسی کو بھی آنے کی عام اجازت تھی اپنے تحفظ کیلئے ہتھیار کے لئے ہتھیار رکھنا یہ بھی عربوں میں ایک روایتی حق سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کے لئے یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ وہ اپنے علانیہ دشمنوں کے درمیان جارہے تھے، لیکن ان غیر منصفانہ شرطوں کو بھی آپ ﷺ نے منظور فرمایا، اکثر صحابہ کرام کو یہ صلح بہت ناگوار خاطر تھی، حضرت عمرؓ سے تو برداشت نہ ہوسکا، اور انہوں نے آپ ﷺ سے فرط جذبات میں کچھ ایسے سوالات کر لئے کہ ہمیشہ اس پر پشیمان رہتے تھے، جب آپ ﷺ نے احرام کھولا اور اپنے رفقاء کو اس کی تلقین کی تو راویوں کا بیان ہے لوگ اس طرح ایک دوسرے کے بال مونڈ رہے تھے کہ گویا سر کاٹ ڈالیں گے۔

لیکن قرآن نے اسی صلح کو جو بظاہر ذلت آمیز تھی، "فتح مبین" قرار دیا (فتح ۱) دراصل آپ ﷺ کے پیش نظر یہ مصلحت تھی کہ مسلمان اہل مکہ سے مسلسل جنگ کی حالت میں ہیں، ہر صبح و شام خوف کی کیفیت سے گزر رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل مکہ و معتدل فضاء میں اسلام اور اہل اسلام کو دیکھنے کا موقع نہیں مل پایا ہے، غلط فہمیوں کی دیواریں کھڑی ہیں، پھر اس خوف و دہشت کی فضا میں کھل کر دعوت اسلام کا کام بھی نہیں ہوسکتا تھا، آپ ﷺ کو اس بات پر پورا اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے اندر جو کشش رکھی ہے، وہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی زیر کرے گی اور جن لوگوں کو میدان

جنگ میں فتح نہیں کیا جاسکا ہے' اسلام کی روحانی تعلیمات انکے قلوب واذہان کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کے رفقاء کم بیش چودہ سو تھے' اس واقعہ کے صرف دو سال بعد مکہ فتح ہوا تو اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار رفقاء عالی مقام مکہ میں داخل ہوئے اور فتح مکہ کے دو سال بعد جب آپ ﷺ نے حج فرمایا' تو مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو چکی تھی' غرض آغاز نبوت سے صلح حدیبیہ تک انیس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد چودہ سو سے کچھ زیادہ تھی' اور اگلے چار سال میں ان کی تعداد یقیناً سوا ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی' جن میں سوا لاکھ کے قریب تو خود آپ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک تھے' یہ اسی صبر کا کرشمہ ہے اور یہی وہ فتح مبین ہے' جس کی اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی تھی۔

آپ ﷺ کا یہ عمل مسلمانوں کے لئے اسوہ ہے کہ جب مسلمان مشکل حالات سے گزر رہے ہوں وہ سیاسی اور افرادی مغلوبیت سے دو چار ہوں تو اس وقت خصوصاً اور ہر حال میں عموماً سماجی اور ملکی فضاء کو معتدل رکھنے کی کوشش کریں' جذبات پر عقل کو' تمناؤں اور آرزوؤں پر حقیقت پسندی کو' اشتعال اور نقصان دہ غیظ وغضب پر صبر اور خوش کشی کے مترادف ہو اور جس سے قومی اور اجتماعی نقصان ہو' جس سے تعمیر کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور ہماری ترقی معکوس ہو جائے' یاد رکھئے! ہندوستان کے موجودہ حالات میں ہمارا مشتعل اور بے برداشت ہو جانا فرقہ پرستوں کی سب سے بڑی کامیابی اور حسن تدبیر کے ساتھ ایسی سازشوں کا مقابلہ کرنا' فرقہ پرستوں اور ملک دشمنوں کی سب سے بڑی شکست ہے' یہ بظاہر ہزیمت اور حقیقت میں فتح مبین!!

(بقیہ صفحہ ۴۰ سے) دارالعلوم کی تعمیر وترقی میں حقانی خاندان کی خواتین اور خصوصاً مرحومہ کا حصہ

کو پکڑ پکڑ کر اور گھیر گھیر کر انٹرویوز لیتے رہے' کرید کرید کر اور کھرچ کھرچ کر تحقیقات کرتے رہے' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے اخلاص وللہیت' حق وصداقت' جذبہ جہاد سے سرشار' حکمت وتدبیر سے معمور اور اسلام کے پیغام برحق سے پُرنور مفصل جوابات دے دے کر دنیا بھر کے جبر واستبداد کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ عالمی میڈیا کے رپورٹروں نے یہ انٹرویوز پوری دنیا میں نشر کئے اور اب تک نشر کئے جا رہے ہیں اور یہ معرکہ حق ان شاء اللہ تاقیامت گونجتا رہے گا۔ یہ سینکڑوں ہزاروں مغربی لوگ جو آئے' سینکڑوں انٹرویوز کا ریکارڈ بھی رکھا گیا۔ اس میں سے کچھ بعض انٹرویو کتابی شکل میں مولانا سمیع الحق کے تجویز کردہ نام ''معرکہ صلیب وطالبان کے نام سے مرتب ہو رہے ہیں۔ گزشتہ چار پانچ روز سے ان تاریخی انٹرویوز کے ضبط وترتیب' تدوین اور ترتیب واشاعت کے کام میں مگن ہوں' بس یہی دھن ہے' یہی فکر اور یہی ہدف۔ اس لئے آج دماغ بھی حاضر نہیں ہو رہا' چند بے تکی سی باتیں عرض کر دی ہیں' دعا فرماتے رہیے گا کہ اللہ کریم مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمادے اور ''معرکہ صلیب وطالبان'' کو شایان شان طریقے سے مرتب اور طبع کرنے کی توفیق عطا فرمادے اسطرح یہ ایک عظیم تاریخی دستاویز بھی مرحومہ ومغفورہ کیلئے عظیم صدقہ جاریہ بنے گا۔

دار الافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی*

شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بعد از سلام عرض ہے کہ میں ضلع مردان کے گاؤں غلہ ڈھیر کا ایک باشندہ ہوں۔ مسئلہ یہ پوچھنا ہے۔ کہ چائنہ کی ایک کمپنی ہے جو شینل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کمپنی ایک مشین فروخت کرتی ہے۔ کمپنی کا دعویٰ ہے کی اس مشین سے ۱۷۰ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کمپنی کے کاروبار کا طریقہ کچھ یوں ہے۔ یہ مشین عام بازار میں سستے داموں ملتی ہے مگر کمپنی والوں نے اس کی قیمت 10000 دس ہزار روپے مقرر کئے ہیں، گاہک اس مشین کو 10,000 پر اس طرح خریدتا ہے کہ 6500 روپے نقد دیتا ہے اور 3500 روپے اسکے ذمے قرض رہتا ہے، اس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس آدمی کو کمپنی کا ممبر کہا جاتا ہے۔ یہ آدمی اب دو اور آدمیوں کو مشین خریدنے کیلئے تیار کرے گا جب وہ دو آدمی مشین خرید لیتے ہیں۔ تو اس پہلے والے شخص (ممبر) کو دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے کمیشن دیا جاتا ہے۔ جو دونوں کے (۲۰۸۰) دو ہزار اسی روپے بنتے ہیں۔ چونکہ یہ آدمی کمپنی کا مقروض ہوتا ہے۔ تو کمپنی حساب وکتاب کر کے اس کے کمیشن سے قرضہ پورا کرتی ہے۔ پھر آگے یہ دو آدمی بھی الگ الگ دو دو آدمی تیار کرتے ہیں۔ تو ان کو (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے فی آدمی ملتے ہیں۔ لیکن پہلے والے صاحب (ممبر) کو بھی ان کے تیار کردہ آدمیوں سے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے کمیشن ملتا ہے۔ تو اس طرح ان چار آدمیوں کی نسبت سے (۹۶۰) نو سو ساٹھ روپے پہلے والے ممبر کا کمیشن بن جاتا ہے اور اس طرح یہ ہر آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا اب جب پہلے والے صاحب کے پیچھے (۶) آدمی پورا ہو جائیں تو اب یہ پہلا والا صاحب ایک اور آدمی تیار کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن دیا جائے گا۔ اور اب یہ آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا۔ اور اس طرح وہ دو اور دو دو آدمیوں کو تیار کریں گے۔ تو پہلے والے

* مفتی ومدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صاحب (ممبر) ہر ایک کے بدلے میں (۸۰۰) آٹھ سو روپے ملیں گے۔ اور یہ لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اسی طرح پہلے والے صاحب نے جو آدمی سب سے پہلے تیار کیے تھے تو جب وہ آدمی چھ افراد پورا کر کے (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن کیلئے افراد تیار کریں گے۔ تو ان پہلے والے صاحب کو ان کے تیار کردہ افراد اور پھر انکے تیار کردہ افراد کے ہاتھوں اور تیار شدہ افراد کے بدلے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے ملیں گے اس طرح جب یہ میزان (۳۰) تک پہنچ جائے گا تو پہلے والے صاحب کو (۲۰۰۰۰) بیس ہزار روپے نقد اور ایک موٹر سائیکل دورات بڑے ہوٹل میں قیام اور کمپنی کی طرف سے لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا۔ پھر اور آگے چل کر جب تعداد (۳۰۰) یا کچھ اوپر ہو جائے تو ایک موٹر کار جسکی قیمت (۱۰۰۰۰۰۰) دس لاکھ ہے اور کچھ نقد انعام بھی ملے گا اور ساتھ ساتھ کمیشن ہر پندرہ دن بعد اسکو ملتے رہیں گے۔ نقشہ اسکا کچھ اسطرح ہے۔

لہذا جب چھ آدمی تیار کرنے کے بعد زید نے سلطان کو تیار کیا۔ تو اب (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن ملے گا اور اس کے بعد سلطان کے پیچھے لامتناہی جتنے آدمی لگیں گے۔ ۸۰، ۸۰ روپے فی آدمی زید کو ملتا رہے گا۔ جب عمر اور بکر کے پیچھے چھ آدمی مکمل ہو گئے۔ تو اب عمر اور بکر نے جاوید اور ساجد کو تیار کیا اور پھر جاوید اور ساجد کے پیچھے جتنے آدمی لگے تو فی آدمی عمر اور بکر کو (۸۰۰) روپے ملیں لیکن زید کو بھی فی آدمی (۲۴۰) روپے ملیں گے۔ اور اس طرح جب (۳۰) ممبران پورے ہو جائیں تو زید کو (۲۰۰۰۰) ہزار نقد ایک موٹر سائیکل بڑے ہوٹل میں دورات قیام اور لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جہاں تک مجھے معلومات ہے تو اسمیں زیادہ تر دیندار طبقہ پھنسا ہوا ہے اور اس کی وجہ غالباً جواز کے وہ فتاویٰ ہیں جو اس کمپنی کے لین دین کے جواز پر جاری ہو چکے لہذا آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا شریعت کی رو سے یہ کاروبار جائز ہے یا ناجائز؟ مسئلے کی وضاحت فرما کر اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کریں۔ مستفتی: سید اصغر شاہ ولد سید حافظ قدیم شاہ (مرحوم) گاؤں غلہ ڈھیر ضلع و تحصیل مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب و باللہ التوفیق

اسلام نے اقتصادی نظام کے چلانے اور اس کو کامیاب اور مؤثر طریقے سے آگے بڑھانے کے لئے جو اصول تجارت اور اجارہ کی جو صورتیں مقرر کی ہیں ان اصول کے تحت ان معاملات کو مشروع کرنے کی اصل حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ جو روپیہ، پیسہ موجود ہو وہ گردش میں رہے اور اسی گردش سے حقیقی اثاثے اور خدمات وجود میں آئیں اور اس سے صحت مند معاشی سرگرمیاں جنم لیں، یہ اصول اس لئے بھی وضع ہیں کہ مال چند ہاتھوں میں منجمد نہ ہو۔ اور اسی

سے دھوکہ، فریب یا کسی دوسرے حرام طریقے سے مال کمانے کے دروازے بھی بند ہوجائیں اس لئے جو مال ظاہری ہیرا پھیری سے کمایا جاتا ہے شریعت مقدسہ نے اسکو حرام قرار دیا ہے۔ مال ودولت کے حرص ولالچ نے انسان کے دل و دماغ پر ایسا جنون طاری کر دیا ہے کہ وہ حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر مال کمانے کے درپے ہے اور اس کے حصول کیلئے نئی نئی شکلیں اور مختلف صورتیں ایجاد کر دیتا ہے، کبھی اسٹیٹ لائف انشورنس کے ذریعے مال کمانے کا طریقہ لوگوں کے سامنے کر دیتا ہے اور کبھی پرائز بانڈ اور پرائز نمبروں سے لوگوں کے اموال کو لوٹتا ہے اور کبھی لکی انعامی اسکیم اور سیفوزی انعامی اسکیم کے وجود کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور آج کل گزشتہ طرق اکتساب کی طرح شینل کمپنی اور پرائم بینک کے نام سے نئے روپ میں اکتساب مال کا ذریعہ پیش کیا ہے۔ دور حاضر میں مسلمان ویسے بھی دین کے ہر شعبہ میں سستی اور غفلت کے شکار ہیں اور خصوصاً معاملات کے بارے میں تو اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اس کو تو دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے اس لئے آج کل مسلمان ان معاملات کا ارتکاب اس لئے کرتے ہیں جیسا اسلامی تعلیمات کے منکرین کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مال ودولت کا یہ حرص انسان کو تباہی کے گھڑے میں ڈال دیتا ہے، اس حرص کی ایک کڑی، شینل کمپنی کا لین دین بھی ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں مختلف فتاویٰ جات مختلف دارالافتاؤں سے جاری ہو چکے ہیں۔ جو بظاہر متعارض ہیں۔ بعض جواز کے فتاویٰ نے بہت سارے متدین حضرات کو بھی اس کمپنی کے ممبر (رکن) بننے کیلئے جواز فراہم کر دیا ہے۔ لیکن فتاویٰ کا یہ تعارض کمپنی کے ظاہری بیان نے پیدا کیا ہے۔ جو اس کمپنی والے لوگ حضرات مفتیان کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جسمیں بیع ادھار کی صورت میں زیادہ رقم لینے اور ممبر پیدا کرنے کی صورت میں اس کی سعی وکوشش کے بدلے اجرت دینے کی صورتیں شامل ہیں اس طرح بعض مواقع پر اپنے بعض ممبران کو انعام کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور کمپنی کے ممبران واہلکار حقیقت کو اپنے رانوں کے نیچے دبا کر حضرات مفتیان کرام سے جواز کا فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں، اس قسم کے ایک استفتاء کا جواب دارالافتاء جامعہ خلفاء راشدین ماڑی پور جو کراچی سے شائع ہوا تھا اور اس پر استاد محترم حضرت مولانا مفتی نظام الدین دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب زید مجدہم کے تصویبی کلمات بھی درج تھے، بندہ کے پاس آیا تھا، چونکہ جواب بالکل عین استفتاء کے مطابق تھا اس لئے حضرت الاستاذ پر اعتماد کرتے ہوئے اس ناچیز نے بھی اس جواب کی تصدیق کر دی مگر بعد میں جب اصل صورتحال پر آگاہ ہوا تو اسی وقت دوسرے استفتاء کے جواب میں اس تصویب سے رجوع کیا اور ایک اہم مجلس میں بندہ نے حضرت مفتی صاحب سے خود بھی اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس تصویب سے رجوع کیا ہے، اس لئے ان تصویبات کو قابل قبول نہ مانا جائے اسکے علاوہ جو فتاویٰ جواز میں جاری ہو چکے ہیں اس سے اسکی اصلیت نہیں بدل سکتی اور نہ بعض صورتوں کے جواز سے کل صورتوں کا جواز ثابت ہوسکتا ہے اصل میں اس کمپنی کے کاروبار میں اسٹیٹ لائف انشورنس کی طرح کئی خرابیاں موجود ہیں جنکی وجہ سے اس کاروبار کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پہلی خرابی: شینل کمپنی کے کاروبار میں بنیادی خرابی یہ ہے کہ کمپنی کا یہ لین دین اسلامی تجارت کے اصول و مقاصد کیخلاف ہے اس میں سرمایہ چند ہاتھوں کیطرف تشکیل ہوتا ہے جو کہ وصول الی الحرام (اکتناز دولت) کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے اسلام نے معاشی نظام کے اس تباہ کن ذریعہ سے منع فرمایا ہے اور ذریعہ کے اپنانے والے کو ملعون کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ "لا یحتکر الا خاطئ: رواہ الترمذی باب ما جاء فی الاحتکار (ابوداؤد، ترمذی کتاب البیوع)

دوسری خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا طریقہ کار تجارت کی نیت سے نہیں بلکہ دولت کمانے کی غرض سے ہے ورنہ یہ ہیلتھ مشین بازار میں عام طور پر دستیاب ہوتا ہے اور ہر ایک کی رسائی اس تک ممکن ہوتی مگر یہاں ایسا نہیں، حقیقی بیمار بھی مہنگے داموں شینل کمپنی کے دفتر سے خریدے گا جبکہ اس کے مقابل اس مرض کے لئے استعمال ہونے والی یہی مشین عام بازار میں بہت ہی کم قیمت پر دستیاب ہے اور شینل کمپنی اس طریقہ پر اسی مشین کو غالی قیمت پر فروخت کرتی ہے تو اس سے لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ طریقہ صرف دولت کی کمائی کے لئے ایک حیلہ ہے جو بظاہر تجارت کے مشابہ ہے اور ایسا کرنا اسلامک فائنانسنگ کے اغراض و مقاصد کے بالکل خلاف ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے اسلامی اصول کے اغراض و مقاصد کے خلاف حیلہ بازی کرنے والے مفتی سے فتویٰ لینے کو منع فرمایا ہے لکھتے ہیں: ۔لا یجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمة والمکروهة وهؤلاء تتبع الرخص لمن اراد نفعه فان تتبع ذالک فسق و حرم إستفتاؤه) (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۵۳۹) تو جب ایسے حیلہ باز مفتی سے فتویٰ لینا جائز نہیں اور نہ ایسے حیلوں کی اتباع جائز ہے تو جو طریقہ کسی معاملہ کے اغراض فاسد کرتا ہو تو پھر اس قسم کے حیلہ بازیوں سے دولت کمانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس طرح علامہ سید احمد طحطاویؒ نے بھی لکھا ہے "ویحرم التساهل فی الفتوی و اتباع الحیل و ان فسدت الاعزاض" (طحطاوی علی در مختار ج ۳ ص ۱۷۵)

تیسری خرابی: اور اسی طرح یہ بات بھی مخفی نہیں کہ جو لوگ وہاں جا کر مشین خریدتے ہیں ان کا اصل مقصد کمپنی کا ایجنٹ بن کر مقرر کردہ کمیشن اور انعام کے ساتھ کرنا ہے۔ کمپنی کا ایجنٹ بن کر اپنی سعی اور کوشش کے عوض کمیشن حاصل کرنا اگرچہ جائز ہے، مگر اس قسم کے عقود کچھ شرائط کے ساتھ مقید ہوتے ہیں، جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس قسم کے عقود اسی شرط نہ لگائی جائے جو اس معاملے کا حصہ نہ ہو بلکہ کوئی خارجی چیز ہو اور اس کے ساتھ اس میں ایک طرف یا دونوں کا فائدہ ہو اگر اس میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے تو معاوضہ شرع کی رو سے ناجائز ہوگا، اور یہاں ایسی شرط موجود ہے اس لئے کہ شینل کمپنی کے ایجنٹ بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص کمپنی ایجنٹ بننے سے پہلے کمپنی سے ہیلتھ مشین ضرور خریدے گا، ورنہ کمپنی اس کو اپنا ایجنٹ تسلیم نہیں کرتے، اور ظاہر ہے کہ مشین خریدنا تو اس معاملے کا حصہ ہے کہ معاملہ اس پر موقوف ہو اور معاملہ اس کا تقاضہ کرے، اور اس کے ساتھ ساتھ کمپنی کا اس میں فائدہ بھی ہے۔

چوتھی خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا یہ کاروبار بغیر ادھار کے نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ کمپنی والے اپنے ممبر سے اس ادھار کے بدلے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہیں اس کمپنی کے ممبر کا قرض اس وقت ادا ہوتا ہے۔ جب وہ دو افراد کو کمپنی ممبران بنائے اور پھر ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے دو دو افراد کو ممبران بنائے گے تو اس قرض معاملہ کی وجہ سے کمپنی اپنے ان قرضدار ممبران سے کافی فوائد حاصل کرتی ہے، شریعت مقدسہ کی اصطلاح میں قرض کا ایسا معاملہ سود کے زمرے میں داخل ہوتا ہے۔ "عن علیؓ امیر المؤمنین مرفوعاً كل قرض جر نفعا فهو رباً" (اعلاء السنن ۱۴ / ۵۱۲)

بلکہ مشکوۃ المصابیح میں روایت ہے کہ " اذا اقرض أحدكم قرضاً و أهدى اليه أو حمله على الدابة فلا يركبها و لا يقبلها الا اذا جرى بينه و بينه قبل ذالك (مشكوٰة ۱ / ۲۴۶)

اسی طرح حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ و عن عطاء كانوا ايكرهون كل قرض جر منفعة (اعلاء السنن ۱۴ / ۵۱۴) ان تمام روایات سے سود کی حرمت اور قرض کی وجہ سے فوائد حاصل کرنے کی ممانعت بالکل واضح ہے اور علامہ عثمانیؒ مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں فلا يحل إقراض شئ ليرد اليك أقل ولا اكثر ولا من نوع آخر اصلاً و قال الموفق في المغني و كل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام بلا خلاف و قد روى عن أبي بن كعب و ابن عباس و ابن مسعود إنهم نهوا عن قرض جر منفعة وبا الجملة فحرمة الزيادة المشروط في القرض مجمع عليها لا خلاف فيها من احدلكونها منفعة قد جر القرض (اعلاء السنن ۱۴/ ۵۱۴) اسکے علاوہ کمپنی کے طریقہ کار کے مطابق ان ڈائرکٹ یعنی بالواسطہ ممبران کے بدلے میں جو کمیشن ممبر بالا کو ملتی ہے وہ کمیشن اس کے محنت کے بغیر ہوتی ہے جو اجرت الدلال نہیں بلکہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے اسلئے کہ ممبر بالا بغیر محنت کے بالواسطہ ممبران سے کمیشن کا اپنے آپکو مستحق سمجھتا ہے اور اس کو قانوناً حق حاصل ہے الرباء هو مجرد كسب من غير غوض و الشرع يحرم اخذ المال ظلماً بغير حق شرعي (التفسير المنير ۳ / ۹۹) اور علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے الربوا في االلغة هو الزيادة و المرادبه في الآية كل زيادة لم يقا بلها عوض (احکام القرآن ۱/۲۶۳) اور علامہ جصاص رازیؒ نے لکھا ہے اصل الربوا في اللغة هو الزيادة و في الشرع يقع على معان لم يكن الاسم موضوعاً لها في اللغة (احکام القرآن ۱/۴۶۴) اور امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہین "قال بعضهم إن الله حرم الربوا من حيث ان يمنع الناس عن الاشتغال بالمكاسب فلا يكاد يتحمل مشقة الكسب و التجارة و الصناعات الشاقة (تفسير كبير) ۷ / ۹۴) اور فتاوٰی ھندیہ میں سود کی

تعریف لکھی ہے کہ "ھو فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لایقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال (الھندیۃ) یہ تمام تعریفات چونکہ بالواسطہ ممبران سے کمیشن پر صادق ہے اس لئے یہ کمیشن بھی سود ہی میں داخل ہے۔

پانچویں خرابی: یہ ہے کہ اس کمپنی کے کاروبار میں رشوت اور قمار کا عنصر پایا جاتا ہے اس لئے کہ ممبر ایجنٹ بننے کی طمع اور لالچ میں مشین کی عام قیمت کی بجائے زیادہ قیمت دیتا ہے جو رشوت کے مشابہ ہے اگر چہ بظاہر اس زائد قیمت (پیسوں) کو اصل قیمت کا حصہ بنایا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ نے رشوت کے لین دین کو دخول دوزخ کا سبب بتایا ہے فرماتے ہیں الراشی والمرتشی کلاھما فی النار (الحدیث) اس کے علاوہ ممبر یہ زائد رقم داؤ پر اس لئے لگاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرے کو اس کمپنی گاہک بنا کر کمپنی کو دی گئی رقم سے زیادہ رقم وصول کرے مگر اس میں یہ بھی امکان ہے کہ ممبر گاہک نہ بنا سکے اور اس کی زائد رقم ڈوب جائے۔جس کو مخاطرہ کہا جاتا ہے۔اور یہ قماری (جوا) کی قسم ہے،علامہ جصاص رازیؒ فرماتے ہیں۔ "ولاخلاف بین اھل العلم فی تحریم القمار و إن المخاطرۃ من القمار فقال ابن عباسؓ ان المخاطرۃ قمار و ان اھل الجاھلیۃ کانوا یخاطرون علی المال والزوجۃ وقد کان مباحاً الی ان ورد تحریمہ" (احکام القرآن ۱/ ۳۸۸) اس کے علاوہ اس کاروبار میں غرر بھی موجود ہے علامہ کاسانیؒ غرر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں الغرر ما یکون مستور العاقبۃ (بدائع ۳ / ۶۸) اور فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں "ما تدد بین السلامۃ والتلف "(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳ / ۲۵) اور علماء شوافع لکھتے ہیں" کل ما یمکن أن یوجد (حاشیۃ الدسوقی ۳/ ۲۵)

چھٹی خرابی: پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جو ادھار ہوتا ہے اس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا بلکہ یہ قرض اس غیر معینہ اور مجہول مدت تک ممبر کے ذمہ ہوتا ہے یعنی جب تک یہ شخص مزید دو ممبر نہ بنا سکے اور جب دو ممبر بنا دے تو اس کا قرض اس ممبران کے کمیشن سے ادا ہو جاتا ہے اور اس قسم کا معاملہ عموماً نزاع،لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے اس لئے شریعت مقدسہ نے ہر اس معاملہ کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے جو مفضی الی النزاع ہو اور اس قسم کے معاملات کو موجب فساد قرار دیا ہے۔

وفی الذاھدی باعہ بثمن نصفہ نقد و نفعہ اذا رجع من بلد کذا فھو فاسد (رد المختار ۵ / ۸۲) اور ھندیہ میں ہے "وأما شرائط الصحۃ..... فمنھا معلومیۃ الاجل فی البیع بثمن مؤجل فیفسد ان کان مجھولاً (الھندیہ)

ساتویں خرابی: یہ ہے کہ ممبر سازی کی اس دوڑ میں جو انعامات مقرر ہوئے ہیں مثلاً موبائل فون، موٹر سائیکل،چین کی سیر اور دیگر سہولیات جو کمپنی کی طرف سے دی جاتی ہیں اس پر انعام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اسلئے کہ انعام دینے والے کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے اگر چہ انعام دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اگر نہ دینا چاہے تو اسے انعام دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہاں انعام دینا کمپنی کی ذمہ داری ہے انعام نہ دینے کی صورت میں ممبر ساز اپنے انعام کو قانون کے ذریعے بھی کمپنی سے وصول کر سکتا ہے۔

آٹھویں خرابی: ممبر سازی کے ان تمام سہولیات اور مناصب کا مدار ان ناجائز منافع اور ناجائز کمیشن پر ہے اور ناجائز کام کیلئے حاصل ہونے والے مناصب بھی چونکہ ان ناجائز کاموں کیلئے استعمال ہوتے ہیں اسلئے ان سہولیات اور مناصب کا اختیار کرنا بھی ناجائز ہے جیسے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے ما حرم اخذہ حرم اعطاء ہ کالرباء و مہر البغی... تنبیه ما یقرب من هذا قاعدة ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباه و النظائر ۱۸۵ القاعدة الرابع عشر)

نویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کی کمپنیاں عموماً بڑے سرمایہ داروں کو یہ سرمایہ سود پر دیتی ہیں جو سودی لین دین میں معاونت اور تعاون کے مترادف ہے۔شریعت مقدسہ کی رو سے تعاون علی الاثم ناجائز وحرام ہے لقوله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (الایة)

دسویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کے کمپنی کا ممبر شپ اختیار کرنا ملکی معیشت کو برباد کرنا ہے کیونکہ اس ممبر کا سرمایہ اپنے ملک کے بجائے دوسرے ملک منتقل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ کمپنی چین کی ہے، اور اس مشین سے حاصل شدہ جملہ سرمایہ چین ہی کو منتقل ہوگا۔ جو ملک کے ساتھ خیانت ہے، اس قسم کی خیانت کی اجازت نہ اسلام دیتی ہے اور نہ ملکی قوانین۔

لہٰذا ان وجوھات کی بناء پر شینل کمپنی کا ممبر بنکر ان کے کاروبار میں حصہ دار بننا شرعاً جائز نہیں۔ اگر چہ بعض جزئیات بظاہر ان کے اس حیلہ باز لین دین کے جواز کا سامان مہیا کرتے ہیں مگر چونکہ اس میں یہ خرابیاں بھی موجود ہیں اس لئے یہاں حرام کو ترجیح ہوگی فقہاء اسلام نے ہر اس جگہ پر حرام کو ترجیح دی ہیں جہاں حلال وحرام کا اختلاط ہوا ہو اور اس کے لئے انہوں نے ایک اصولی قاعدہ مقرر کیا ہے کہ (اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام و بمعناه ما اجتمع محرم و مبیح الاغلب المحرم (الاشباه والنظائر ۱۱۹) اور علامہ ابن نجیم ایک اور مقام پر لکھا ہے۔ (وصرح به فی فتاوی قاری الهدایة ثم قال والعقد اذا فسد فی بعضه فسد فی جمیعه (الا شباه والنظائر ۱۱۷) اسلئے تمام مسلمانوں سے یہی استدعاء ہے کہ وہ اس کمپنی کے لین دین اور کاروبار میں شریک ہونے سے اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس خرابی سے بچائیں۔

هذا ما ظهر لی والله اعلم

مختار اللہ حقانی

خادم دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ڈاکٹر دلشاد بیگم *

اسلام میں شہادت (گواہی) کب واجب ہو جاتی ہے

شہادت کا وجوب

وہ حق جس کا ایک فریق دعویٰ کرے اور دوسرا فریق انکار کرے اس کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ بغیر شہادت کے کسی کا حق ثابت نہیں کیا جا سکتا اور شہادت مدعی فریق پیش کرے گی دوسری جانب اگر ایک فریق کسی حق کے لئے دعویٰ کرے اور دوسرا فریق یعنی مدعا علیہ جس پر دعویٰ کیا گیا ہو وہ اس دعویٰ کو تسلیم کرے تو اس صورت میں شہادت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ متنازعہ فیہ حقائق کو شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہے اور جو حقائق تسلیم کئے جاتے ہیں وہاں شہادت کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔ شہادت مقدمہ اور مقدمہ سے متعلقہ حقائق کے بارے میں پیش کی جاتی ہے ۔ شہادت کسی بھی مقدمہ کے بارے میں موجود یا غیر موجود حقائق کے بارے میں دی جا سکتی ہے اور ایسے دوسرے حقائق جس کو قانون شہادت مقدمہ سے متعلق تسلیم کرتی ہے شہادت دی جا سکتی ہے لیکن مقدمہ سے غیر متعلقہ باتوں کے بارے میں شہادت نہیں دی جا سکتی ۔

مثلاً الف پر ب کے قتل کا الزام ہے کہ اس نے (ب) کو چاقو سے مارا جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا ۔ الف پر مقدمہ ان حقائق کی روشنی میں چلایا گیا (۱) الف نے (ب) کو چاقو سے مارا ۔ الف کی مار (ب) کے قتل کا سبب بنی اور الف کا ارادہ ب کو قتل کرنے کا تھا وغیرہ...... یا الف اور (ب) کے درمیان ایک خاص معاملہ طے ہوا تھا بعد میں دونوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی ان دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہوا تھا یا نہیں یہ صرف دھوکا ہے الف کہتا ہے کہ یہ معاہدہ درست ہے لیکن (ب) کہتا ہے کہ یہ دھوکا دہی ہے ۔ الف ثابت کرے گا (ب) کے حوالے سے کہ یہ معاملہ درست ہے اور (ب) ثابت کرے گا الف کے حوالے سے کہ یہ معاملہ غلط ہے لیکن ان دونوں جھگڑوں میں نہ صرف الف کے بیان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے اور نہ صرف (ب) کا بیان قابل اعتماد ہے اس لئے کہ دونوں اپنے مفادات کی بات کریں گے ۔ اس صورت میں گواہی واجب ہو جاتی ہے ۔

---

* پرنسپل گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج پشاور

ایک صورت یہ کہ کوئی فریق دوسرے کا حق مان لے اور اقرار کا بیان دے دے لیکن جب کوئی پولیس آفیسر کی تحویل میں ہو تو کوئی بیان اس کا کسی شخص کے خلاف یا اقرار ثابت نہ ہو سکے گا اگر کوئی شخص پولیس آفیسر کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے اور عدالت کے روبرو جرم سے انکار کرتا ہے اس صورت میں پولیس آفیسر کو یہ اختیار نہیں ہے۔ قانوناً کہ وہ شہادت سے ثابت کرے کہ ملزم نے اقرار جرم کر لیا تھا اور اس بیان کی بنیاد پر عدالت فیصلہ نہ کرے گی اور نہ اس کا عدالتی نوٹس لے گی عدالت کا کام ان حقائق کا عدالتی نوٹس لینا ہے جو پاکستان کے رائج الوقت قانون کے مطابق درست ہوں یعنی یہ لوگوں کو امر واقعہ کا بیان کرنا ہے اور عدالت اس کی بنیاد پر فیصلے صادر کرتی ہے۔[۱]

یعنی قضاء مقصود اور شہادت اس کا وسیلہ ہے۔ اور وسیلہ پر مقصود مقدم ہوتا ہے۔ شہادت اس وقت واجب ہو جاتی ہے (حقوق العباد میں) جب صاحب حق شاہد سے شہادت کی درخواست کرے اور اس صورت میں بھی شہادت واجب ہو جاتی ہے جب کسی صاحب حق کا حق ضائع ہو جانے کا خوف ہو اور صاحب حق کو شاہد کی شہادت کا علم نہ ہو یعنی اسے معلوم نہ ہو کہ کون سا شخص اس کے حق کی حقیقت سے باخبر ہے جبکہ دوسری جانب شاہد کو اصل حقیقت کا علم ہو اور شاہد کو یہ خدشہ لاحق ہو کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو حقدار کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے اس صورت میں شاہد پر گواہی واجب ہو گی اگر چہ مدعی نے اس سے گواہی طلب نہ کی ہو۔ یعنی حقوق العباد میں شہادت شاہد پر اس وقت واجب ہے جبکہ اسے شہادت کیلئے بلایا جائے مگر جب کسی کا حق ضائع ہونے کا خوف ہو تو بغیر بلائے جانے کے بھی شاہد پر گواہی واجب ہے ادائے شہادت فرض ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے (لاتکتموا الشهادة ومن يكتمها فانه آثم قلبه) (سورۃ البقرۃ:۲:۲۸۳)[۲]

ترجمہ: ''نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے''

تو ثابت ہوا کہ کتمان شہادت قاضی سے حرام ہے پس قاضی کے سامنے سچی شہادت دینا شاہدوں پر فرض ہے اس آیت کے ذریعے یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جو شہادت کو چھپائے گا اور مجرم کی پشت پناہی کرے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور یہ تاکید پر تاکید ہے۔ یہاں گناہ کی نسبت دل کی طرف ہے جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل وہ جگہ ہے جہاں حق کو چھپایا گیا یعنی دل میں بات چھپائی گئی اور اظہار سے گریز کیا گیا اس لئے دل کو گناہ کی آماجگاہ یا ٹھکانہ قرار دیا گیا جبکہ باقی گناہوں کا تعلق ظاہری اعضاء وغیرہ سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا (سورۃ البقرۃ:۲:۲۸۲)[۳] یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ شہادت کے لئے بلائے جائیں۔ شہادت فرض کفایہ ہے جو بعض کی گواہی سے باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے علاوہ تحمل شہادت اور ادائے شہادت کے لئے کوئی اور موجود نہ ہو تو شہادت فرض عین بن جاتی ہے۔ لیکن اگر اور لوگ موجود ہوں جو تحمل شہادت اور ادائے شہادت کے اہل ہوں اور اگر اور لوگ گواہی کے لئے موجود نہ ہوں تو شہادت سے

امتناع اور گریز کرنا جائز نہیں (۴)۔ ادائے شہادت کے وجوب کی سات شرائط ہیں:

۱۔ عدالت قاضی شاہد کے گھر کے قریب ہو۔

۲۔ شاہد کو یہ علم ہو کہ قاضی اس کی شہادت کو قبول کرے گا۔

۳۔ شاہد کو یہ علم ہو کہ دوسرے گواہوں کی نسبت قاضی عدالت اس کی گواہی کو جلد قبول کرے گا اور اس طرح حق دار کو حق جلد دستیاب ہو جائے گا۔

۴۔ اگر گواہی حقوق العباد سے متعلق ہو تو دعویٰ عدالت میں دائر ہو چکا ہو اور شاہد کو شہادت کیلئے طلب کیا گیا ہو۔

۵۔ اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ شاہد کا نعم البدل کوئی اور موجود نہ ہو اسلئے کہ پھر شہادت فرض کفایہ سے فرض عین ہو جاتی ہے

۶۔ اگر تحمل اور ادائے شہادت کے لئے دو شاہدوں کے علاوہ اور شاہد موجود نہ ہوں۔

۷۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ یہ اچھی طرح معلوم ہو کہ قاضی عادل ہے تو گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ قاضی غیر عادل ہے تو گواہی واجب نہیں ہوتی اور گواہی نہ دینا اس صورت میں جائز ہے کیونکہ اگر قاضی غیر عادل ہوگا تو خواہ مخواہ طعن کرے گا اور شہادت کو قبول نہ کرے گا اگر ظن غالب اس بارے میں ہو کہ قاضی گواہی کو قبول کرے گا تو پھر گواہی دینا شاہد پر واجب ہو جاتی ہے۔ (۵)

جہاں تک اقرب مکان کا قاضی کی عدالت سے تعلق ہے تو اگر مکان اتنا دور ہے کہ مجلس عدالت تک جانا اور اسی دن پلٹ کر گھر آنا ممکن نہیں تو فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس صورت میں اگر شاہد شہادت نہ دے تو گنہ گار نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں شاہد کا نقصان ہے اور اسے آنے جانے کی تکلیف ہے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و لا یضار کاتب و لا شھید (سورۃ البقرۃ: ۲۔۲۸۳) (۶)

ترجمہ: ضرر نہ پہنچایا جائے کاتب اور شاہد کو“

اگر شاہد کو معلوم ہو کہ میری گواہی قاضی قبول نہ کریگا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا اگر شاہد کو یہ علم ہو کہ میری گواہی اور شاہدوں کی نسبت جلد تر قبول کی جائیگی تو اس صورت میں اس شاہد پر شہادت واجب ہو جائیگی اگر چہ اور گواہ بھی ایسے موجود ہوں جن کی شہادت قابل قبول ہو (۷)۔ لیکن اس صورت میں علامہ مقدسی تامل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب وہاں اور شاہد موجود ہیں اور ان سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو پھر اس شاہد پر شہادت واجب نہیں ہوتی۔ (۸)

جب تک شاہد کو شہادت کے لئے بلایا نہ جائے تو اس پر شہادت کی ادائیگی واجب نہیں لیکن اگر صاحب حق کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا صاحب حق شاہد سے ناواقف ہو یعنی اسے یہ علم نہ ہو کہ فلاں شاہد کی شہادت میرے حق میں مفید ہے اور مجھے اپنا حق مل سکتا ہے اور وہ عدم علم کی وجہ سے شاہد کو شہادت کیلئے طلب نہیں کرتا اور شاہد کی اس بات کا علم ہے تو شاہد پر واجب ہے کہ از خود عدالت جا کر حق کی گواہی دے اور حق کو زندہ کرے، ہاں اگر اور بھی شاہد مقبول

الشہادت موجود ہوں اور انہوں نے گواہی بھی دی ہو اور ان کی گواہی مقبول بھی ہوگئی یہ تو اس صورت میں گواہی نہ دینے پر گنہگار نہ ہوگا اور اگر ان کی گواہی قبول نہ کی گئی ہو تو گواہی نہ دینے پر گنہگار ہوگا۔ اس صورت میں بھی شہادت واجب ہے کہ شاہدوں کو دو عادل اشخاص نے یہ خبر نہ دی ہو کہ مدعی نے اپنا قرض وصول کرلیا ہے یا شوہر نے بیوی کو تین بار طلاق دے دی ہے یا مقتول کے وارثوں نے قاتل کو مقتول کا خون معاف کر دیا ہے تو اب شاہدوں کو گواہی واجب ہے اور اگر دو عادل مخبروں نے یہ خبر دے دی ہو تو پھر شاہدوں کو دین، نکاح اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر خبر دینے والے عادل نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے کہ چاہیں تو گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں تو گواہی نہ دیں۔ لیکن اگر خبر دینے والا ایک عادل شخص ہو تو شہادت نہ دینے میں اختیار نہیں ہے، اسکے علاوہ اگر شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ اقرار کرنے والے نے خوف سے اقرار کیا ہے یا اسے ڈرایا دھمکایا گیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے۔ (۹)

اسی طرح کتابت فرض ہے جبکہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو کتابت پر اور شاہد کو شہادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہاں اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سواری پر سوار کرائیگا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی، اور عذر سے سواری دینے سے گواہی کی مقبولیت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اس کیلئے دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اکرموا الشھود فان اللہ تعالیٰ یُحیی الحقوق بھم۔ (۱۰)

''یعنی شاہدوں کا اکرام کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حقوق کو زندہ کرتا ہے''

اس لئے اگر شاہد ایسا پیر و بزرگ ہے کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سواری کا بندوبست کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس دلیل کی رُو سے شاہدوں کی تکریم و توقیر اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی وجہ سے لوگوں کو ان کے حقوق دلواتا ہے اور ان کی وجہ سے ظلم کو دفع کرتا ہے تو پیر مرد کو سواری دینا اس کی تعظیم کے لئے ہے اور ''امام ابو یوسفؒ نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اس کا فتویٰ دیا ہے مصنفؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور محمدؒ نے شاہدوں کو کھانا کھلانا وغیرہ مطلقاً منع فرمایا ہے۔ (۱۱)

اب امام یوسفؒ جو اپنے وقت کے بہت بڑے قاضی تھے اور مصنف عبدالرزاقؒ نے جو شاہدوں کے اکرام اور خاطر تواضع کا حکم دیا ہے اس کی دلیل حدیث نبویؐ ہے کہ شاہدوں کا اکرام کرو کہ ان کے ذریعے اللہ حقوق زندہ کرتا ہے جس کے تحت ان کا فتویٰ زیادہ درست ہے۔ (۱۲)

اس لئے کہ وہ یعنی شاہد نہ اجرت لیتے ہیں اور اپنا وقت اس کام کے لئے وقف کرتے ہیں اور ان کی گواہی کی بدولت بہت سے حقداروں کو ان کا حق مل جاتا ہے اگر وہ گواہی کے لئے نہ آئیں تو مدعی پریشان حال گواہوں کو ڈھونڈتا پھیرے اسلئے گواہوں کا اکرام ضروری ہے اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ بات پسند ہے اور جہاں تک امام محمدؒ کے فتویٰ کا تعلق ہے تو ان کا خیال ہوگا کہ اس طرح گواہوں کو لالچ ہوگا اور شاید اس لالچ میں جھوٹی گواہی کو رواج ہو جائے

اورلوگ گواہ خریدنے لگیں اور بیروزگار اس شہادت کو اپنی روزی کا سبب بنالیں اور حق گواہی نایاب ہوجائے اور گواہی دینا ایک پیشہ اور تجارت بن جائے جیسا کہ آج کل ہو چکا ہے شاید اسی سے بچنے کے لئے امام محمدؒ نے گواہ کے قیام و طعام وسواری کے بندوبست کو مطلقاً حرام کردیا ہے۔ لیکن گواہوں کا اکرام اچھی بات ہے اور یہ مدعی پر دارومدار رکھتا ہے کہ وہ گواہ کو لالچی نہ بنائے بلکہ بکاؤ گواہ نہ بنائے اور ایسے لوگوں کو گواہی کے لئے بلائیں جو شہادت کی شرائط پر پورے اترتے ہوں سچے ہوں عادل ہوں اور باکردار ہوں۔

شہادت کا وجوب بلا دعویٰ حقوق اللہ میں:

شہادت کی ادائیگی واجب ہے بغیر دعویٰ کے حقوق اللہ میں۔ اس سے مراد فرض ہونا ہے۔ چاہے فرض کفایہ ہو اور چاہے فرض عین ہو۔ حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ثابت کرتا ہے۔ حق اللہ جیسا کہ ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی ان میں شامل ہے اور اس پر بھی حق اللہ واجب ہے تو اس طرح شاہد ایک لحاظ سے مدعی ٹھہرا کہ اس پر شہادت واجب ہوئی اور ایک لحاظ سے شاہد ٹھہرا کہ اس نے تحمل الشہادت ادا کی۔ اس طرح مدعی کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ جبکہ فقہا نے قاضی کو بھی حق اللہ میں مدعی کہا ہے۔

حقوق اللہ:

۱۔	طلاق عورت	۲۔	عتق جاریہ	۳۔	تدبیر جاریہ
۴۔	وقف	۵۔	ہلال رمضان	۶۔	حدود سوائے حد قذف اور حد سرقہ
۷۔	نسب	۸۔	خلع	۹۔	ایلاء
۱۰۔	ظہار	۱۱۔	مصاہرت	۱۲۔	حریت اصلیہ صاحبین کے نزدیک
۱۳۔	عتق عبد صاحبین کے نزدیک			۱۴۔	نکاح [۱۳]

جہاں تک وقف کا تعلق ہے تو اگر وقف قوم پر ہو تو گواہی بغیر دعویٰ تمام ائمہ کے نزدیک نامقبول ہے اور اگر فقیروں یا مسجد پر وقف ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں بغیر دعویٰ مقبول نہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے۔ [۱۴]

اور ہلال رمضان کی گواہی بلا دعویٰ مقبول ہے۔

اور ہلال فطر کی گواہی بلا دعوی نامقبول ہے۔

اور عیدالاضحیٰ میں اختلاف ہے اور نسب کو بلا دعویٰ قبول کیا ہے۔

اور ایلاء ظہار اور مصاہرت کی قبولیت کیلئے یہ شرط رکھی ہے کہ گواہی کے وقت مشہود علیہ موجود ہو تو ان کے حق میں گواہی بلا دعویٰ مقبول ہے اور نکاح اسلئے بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ اور حق اللہ میں بلا دعویٰ شہادت واجب ہے اور غلام کی آزادی میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس لئے شہادت واجب ہے

اسلئے کہ آزادی سے حقوق اللہ منسلک ہوتے ہیں یعنی آزاد انسان پر وجوب زکوۃ جمعہ اور عید اور حج اور حدود اللہ عائد ہوتے ہیں اسلئے اس میں اللہ کا حق غالب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں بندے کا حق غالب ہے اسلئے بلا دعویٰ گواہی واجب نہیں۔ اسلئے کہ آزادی کا فائدہ بندے کو ملتا ہے جہاں تک حسبہ کے بارے میں شہادت کا تعلق ہے تو اگر حسبہ کا شاہد بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کردے تو فاسق ہوجائے گا اور گواہی اس کی رد کردی جائیگی۔ مگر اس رائے کی تائید صاحب بحر نے ان گواہوں کی گواہی سے کی ہے۔ اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان گواہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی پانچ دن کے بعد دی اور ان کو کوئی عذر بھی درپیش نہ تھا سو ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ [۱۵] ......

عورت کی طلاق بائن گواہی حق اللہ ہے اسی طرح لونڈی کی آزادی یا اس کی آزادی کی تدبیر کرنا اس لئے حق اللہ ہے کہ مولیٰ پر اس کی شرمگاہ اب حرام ہوگئی ہے اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرمگاہ وارثوں پر مولیٰ کی موت کے بعد حرام ہوگئی ہے اور حرمت حق اللہ ہے، اسی طرح غلام کی آزادی اور اسکی تدبیر کرنا ہے۔

لیکن غلام کی آزادی کی تدبیر میں اختلاف موجود ہے کہ آیا یہ حق اللہ ہے یا حق عبد جبکہ لونڈی کی آزادی اور تدبیر پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ حق اللہ ہے۔

اسی طرح رضاعت حق اللہ ہے اور اس میں عورت کی گواہی بلا دعویٰ واجب ہے۔ اب یہ بات کہ شاہد پر اس وجہ سے اعتراض کرنا کہ ثواب حاصل ہو تو یہ مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے اگر تنقید کرنے والا شاہد میں ثواب کے ارادے سے تنقید کرے تو ظاہراً مقبول ہے کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو۔ یہ چودہ حقوق اللہ ہیں جن کا ذکر امام زین الدین ابن نجیم (م ۹۷۹ھ) ہے کہ جن میں بلا دعویٰ گواہی دینا واجب ہے۔ [۱۶]

امام زین الدین ابن نجیم (م ۹۷۹ھ) اور.........طحطاوی نے اٹھارہ (۱۸) حقوق ذکر کئے یعنی عتق عبد اور اس کی تدبیر اور رضاعت اور ان کے مترادف ہیں طعن شاہد.........اسی طرح یہ اٹھارہ مقدمات حقوق اللہ میں شامل ہیں اور بلا دعویٰ اس میں گواہی دینا واجب ہے۔ [۱۷]

بلا دعویٰ حقوق اللہ میں اور حقوق العباد میں عورت کی گواہی بعض جگہ تنہا مقبول ہے جیسے نسب، رضاعت اور تمام نسوانی مسائل میں تنہا عورت کی گواہی مقبول ہے اور حدود اور قصاص کے علاوہ باقی معاملات میں عورتوں کی مشترکہ شہادت قبول ہے جبکہ حزم ظاہری حدود وقصاص میں بھی عورت کی شہادت کو قبول کرتے ہیں جبکہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی ہو جبکہ تمام ائمہ وفقہا نظریہ ضرورت کے تحت تمام معاملات میں عورت کی گواہی کے وجوب وقبول کے قائل ہیں۔

(جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

ماہانہ تعلیمی وتنظیمی اجلاس: ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو حسب فیصلہ سابقہ جامعہ حقانیہ کے جملہ شیوخ وتمام شعبہ جات کے اساتذہ کا دوسرا ماہانہ اجلاس شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم ادارہ کے زیر صدارت، مغرب کے بعد شروع ہوکر قریباً چار گھنٹے جاری رہا۔ تعلیمی کمیٹی کے انچارج حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نے دارالعلوم کے نئے سال کے داخلے اور اس دوران اساتذہ کی ذیلی کمیٹی کے ہفتہ وار اجلاسوں کی سفارشات اور اہم فیصلوں کو تفصیل سے پیش کیا۔ شرکائے اجلاس نے اس سال داخلہ کے موقعوں پر امیدواروں کے تعلیمی واخلاقی کوائف کے سختی سے جانچ پڑتال کرنے کے بعد فارم داخلہ دینے کے لئے عمل کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے داخلہ کمیٹی کی کوششوں کو سراہا۔ اور اس امید کا اظہار کیا کہ تعلیمی لحاظ سے ادارہ ھذا کے طلباء اب مزید صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر فراغت کے بعد جید و باعمل علماء کی صف اول میں شامل ہونے کے قابل ہوسکیں گے۔ متذکرہ اجلاس میں دیگر سفارشات کے علاوہ متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام طلباء سے ماہانہ یک روزہ ٹسٹ لیا جائے گا۔ سال کے آخر میں انہی ماہانہ نتائج کو سالانہ امتحان کے نمبرات کے ساتھ ملا کر طلباء کی ترقی اور تنزلی کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کے دعا سے محفل کا اختتام ہوا۔

طلباء کا ماہانہ ٹیسٹ اور عیدالاضحیٰ کی تعطیلات: اساتذہ کرام کے فیصلہ کے مطابق ۵ ذی الحجہ بروز بدھ جامعہ کے وسیع جامع مسجد اور اس سے ملحقہ صحن ومیدان میں طلباء سے تحریری شکل میں پہلا ماہانہ امتحان لے کر عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کیلئے ۶ ذی الحجہ بروز جمعرات سے ۲۱ ذی الحجہ یوم جمعہ تک چھٹیوں کا اعلان کردیا گیا۔ قریباً دو ہفتہ کی رخصت کے بحمدللہ ملک کے دور دراز علاقوں سے طلباً واپس پہونچ کر گزشتہ دس دن سے حسب معمول تعلیمی سلسلہ زور وشور سے جاری ہے۔

عالمی ذرائع ابلاغ اور معزز مہمانان گرامی کی دارالعلوم آمد: ۱۹ جنوری ۲۰۰۴ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی اہلیہؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد ابھی تک تعزیت کرنے والوں کا سلسلہ جاری ہے اور اس دوران ملک کے گوشے گوشے سے ہزاروں علماء ومشائخ اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے حضرات دارالعلوم آتے رہے، اس دوران عالمی ذرائع ابلاغ کے نمائندے امریکی ٹی وی چینل پی بی ایس کے نمائندے، سویڈن کے معروف اخبار Expressen اور کینیڈا کے نومسلم دانشور عبداللہ، حضرت مولانا مدظلہ سے عالمی صورتحال پر تبادلہ خیال کیلئے بھی تشریف لائے۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: مثالی بچپن مرتب: مولانا محمد اسحاق ملتانی ضخامت: ۲۳۲ صفحات

قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

اسلام میں بچے کی تربیت اور اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے' کیونکہ بچپن کی عادتیں اور لڑکپن کی خصلتیں انسانی زندگی کے ساتھ آخر تک وابستہ رہتی ہیں' اگر بچپن میں عادات واطوار بگڑ جائیں' تو پھر جوانی میں اس کے ازالے پر کافی وقت لگے گا' اور انتہائی دشواریاں پیش آئیں گی' جو کہ روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب بچوں کے مثالی مستقبل اور کردار سازی کے لئے انتہائی محنت اور عرقریزی سے مرتب کی گئی ہے' اس میں حضور ﷺ صحابہ کرامؓ ' اولیائے عظام اور علماء وسلاطین کے بچپن کے واقعات اسی طرح انبیائے کرام کی سچی کہانیاں اور سبق آموز ودلچسپ معلومات یکجا ہیں۔ کتاب پانچ ابواب اور ایک معلومات افزاء مقدمہ پر مشتمل ہے' پہلا باب حضورؐ کے بچپن کے واقعات' دوسرا صحابہ کرام کے بچپن کے واقعات' تیسرا باب تابعین اولیاء' علماء اور بادشاہوں وغیرہ کے' چوتھا باب بچپن میں قرآنِ پاک حفظ کرنے والوں اور پانچواں باب انبیاء کرام کی سچی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ انتہائی دلچسپ معلومات آفریں اور ایک نشست میں پوری کتاب مطالعہ کے لائق۔ نہ صرف بچوں بلکہ نوجوانوں اور ہر طبقہ کے لئے بہت ہی مفید ہے' بہترین کاغذ اور مضبوط جلد سے مزین یہ انمول تحفہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان اور اس کے علاوہ ملک کے تمام بڑے شہروں میں دستیاب ہے۔

کلام آسی: مصنف آسی آسیا آبادی صفحات: ۱۵۲ء قیمت: ۱۲۰ روپے

ناشر: جامعہ رشیدیہ آسیا آباد' تربت مکران' بلوچستان

شعر انسانی جذبات واحساسات کا ترجمان اور قلبی واردات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے' اور بسا اوقات پورا مقالہ یا گھنٹوں پر مشتمل تقریر اس قدر اثر انگیزی نہیں دکھاتی۔ جس طرح کہ ایک شعر یا ایک نظم اور ایک غزل اور جب شعر کے سات عالمانہ رنگ شامل ہو جاتے۔ تو اس کا نشہ دوبالا ہو جاتا ہے' زیر تبصرہ کتاب جناب آسی صاحب کا مجموعہ کلام ہے' جس میں شاعری کے مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ اور بہت ہی دلپذیر انداز میں شاعر نے اپنے احساسات و واردات کا اظہار کیا ہے۔

مصنف اردو فارسی عربی اور بلوچی چاروں زبانوں کے قادر الکلام شاعر ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں آپ کا مجموعہ کلام بلکہ دیوان اشاعت کے مراحل میں تھا کہ سارا کا سارا چوری ہوگیا۔ اس کے بعد جو نظمیں اور اشعار موزون ہوئے وہ جناب شبیر صادق صاحب آسیا آبادی نے جمع کئے اور مرتب کر کے یہ گلدستہ اہل ذوق کے لئے تیار کیا ہے‘ امید ہے کہ اہل ذوق اور شعر و شاعری کے شائقین اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ ابتداء میں اگر شاعر کا پورا تعارف اور ٹائیٹل پر مکمل نام اور اسم گرامی آتا تو اس سے قارئین کو الجھن نہ ہوتی۔

رسالہ: سہ ماہی البشریٰ۔ زیر سرپرستی: مولانا قاری محمد عمر علی صاحب

قیمت فی شمارہ: ۲۰ روپے سالانہ: ۸۰ روپے

مقام اشاعت: جامعہ تحسین القرآن خالق آباد نوشہرہ

زیر تبصرہ رسالہ استاذ محترم حضرت مولانا قاری محمد عمر علی صاحب کی نگرانی اور ادارت میں مدرسہ تحسین القرآن حکیم آباد نوشہرہ سے ’’سہ ماہی‘‘ جاری کیا گیا ہے اب تک اس کے تین پرچے شائع ہوئے ہیں۔ اصلاحی مضامین و مقالات اور دعوتی و تبلیغی انداز میں موثر تحریرات کے علاوہ اس میں جامعہ کے طلبہ و طالبات کی قابل رشک تعلیمی اور اصلاحی سرگرمیاں ان کے متعلق کارگزاریاں اور ان کی رپورٹیں اس میں شامل ہیں اور انتہائی مختصر مدت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی مقبولیت بخشی کہ پہلا پرچہ چند دنوں میں ختم ہوا۔ اور پھر اس کا دوسرا ایڈیشن نکالا گیا‘ یہ سب حضرت قاری صاحب مدظلہ کی شبانہ روز محنت اور اخلاص وللّٰہیت کا ثمر ہے۔

حضرت قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کئی بہترین خصوصیات سے نوازا ہے‘ اور آپ جو کام بھی کرتے ہیں نہایت عمدگی اور حسن تدبیر سے کرتے ہیں‘ اسی طرح نظم و نسق کے اعتبار سے آپ ایک مثالی نگران ہیں۔ آپ اپنا ایک اچھا مدرسہ بھی چلا رہے ہیں۔ جہاں طلباء کو دعوت و تبلیغ کا کام بھی سکھلایا جاتا ہے۔ زیر نظر شمارہ میں بھی دعوت اصلاح کا رنگ زیادہ غالب ہے‘ اور موجودہ حالات میں اس قسم کے دعوتِ اسلامی اور تعمیر اخلاق پر مبنی لٹریچر کی بڑی اہم ضرورت ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے اسی ضرورت کے پیش نظر کہ طلبہ اور اس جامعہ کے منسلک سینکڑوں طالبات کی روحانی پرورش بطریق احسن ادا ہو۔ سہ ماہی البشریٰ کے اجراء کا فیصلہ کیا‘ جو کہ انتہائی مفید اور بروقت اقدام ہے‘ رسالہ میں ہر قسم کی استعداد کے افراد کے لئے سامان اصلاح و تربیت موجود ہے‘ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت استاذ محترم کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور اس بہترین رسالے کو عوام و خواص کے لئے نافع و سودمند بنائے۔ امین

اشرف الهدایہ مکمل سیٹ

شرح اردو

ہدایہ

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
مدارس جامعہ دارالعلوم دیوبند وقف

اضافہ عنوانات: مولانا محمد عظمت اللہ
رفیق جامعہ فاروقیہ کراچی

عمدہ پاکستانی کاغذ — مفصل عنوانات کا اضافہ، ہر جلد کے شروع میں جامع فہرست، تسہیل اور کمپیوٹر کمپوزنگ — معیاری طباعت

خوبصورت پائیدار جلدیں، تمام درجات کے طلباء کی ضرورت وسہولت کے مطابق

جلد 1	کتاب الطهارات تا باب شروط الصلوة	قیمت =/180	جلد 9	باب السّلم تا باب التحکیم	قیمت =/180
جلد 2	باب صفة الصلوة تا باب الصلوة فی اللعبة	قیمت =/180	جلد 10	کتاب الشّهادة تا باب التّحالف	قیمت =/180
جلد 3	کتاب الزکوة تا باب الهدیٰ	قیمت =/201	جلد 11	باب ما یدعیه الرجلان تا کتاب الهبة	قیمت =/180
جلد 4	کتاب النکاح تا باب طلاق المریض	قیمت =/180	جلد 12	کتاب الاجارات تا کتاب الغصب	قیمت =/180
جلد 5	باب طلاق المریض تا باب العبد یعتق بعضه	قیمت =/180	جلد 13	کتاب الشفعة تا کتاب الکراهیة	قیمت =/180
جلد 6	باب عتق احد العبدین تا باب قطع الطریق	قیمت =/165	جلد 14	کتاب احیاء الموت تا باب التصرف فی الرهن و الجنایة علیه و جنایة علی غیره	قیمت =/165
جلد 7	کتاب السیر تا فصل فی وقف المسجد	قیمت =/150	جلد 15	کتاب الجنایات تا باب غصب العبد والمدبر والصبی والجنایة فی ذلک	قیمت =/165
جلد 8	کتاب البیوع تا فصل فی بیع الفضولی	قیمت =/180	جلد 16	باب القسامة تا فصل فی احکامه و مسائل شتی	قیمت =/165

مناسب قیمت ⇦ مکمل سیٹ در 16 جلد کامل قیمت =/2811

عین الهدایہ جدید ۸ جلد

تشریحات، تسہیل، عنوانات کے اضافہ کے ساتھ

مقدمہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب

علماء وطلباء کے لئے بے نظیر تشریح جس میں تمام مباحث کا حل پیش کیا گیا ہے۔ ۲۵ سال سے استاد ہدایہ کے قلم سے ایک بے مثال تشریح از مولانا انوار الحق قاسمی صاحب استاد ہدایہ کے قلم سے
پیش لفظ: مفتی نظام الدین شامزئی صاحب
تقریظات: مولانا احسان اللہ شائق رمولانا عبداللہ شوکت — کامل سیٹ قیمت =/2460

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد کامل

یعنی مجموعہ فتاویٰ برائے خواتین،

جمع وترتیب: مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

خواتین کے متعلق عقائد، عبادات، معاملات، نکاح، طلاق، وراثت اور جائز وناجائز کے مسائل کا نافع مجموعہ سوال وجواب کی شکل میں۔ از افادات حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی عاشق الٰہیؒ، حضرت یوسف لدھیانویؒ، مفتی رشید احمد صاحبؒ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ودیگر علماء کرام — امپورٹڈ کاغذ — قیمت =/615

ترتیب جدید، تبویب، تعلیق اور تخریج جدید کے ساتھ

فتاویٰ رحیمیہ جدید (کمپوز) کامل ۱۰ حصے در ۵ جلد

زیر ہدایت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قلم سے
سفید کاغذ، اعلیٰ طباعت، پائیدار جلد — قیمت =/1275

رفیق دارالافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تخریج جدید کے ساتھ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

کلاں مکمل مدلل ۱۲ حصص در ۶ جلد

جدید تخریجات کے اضافہ یعنی دارالافتاؤں میں رائج الوقت کتب فتاویٰ کے بھی صفحات کے نمبر شامل کر دیئے گئے اور قدیم بھی شامل ہیں۔
اعلیٰ پاکستانی کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۶ جلد بیروت اسٹائل مناسب — قیمت =/1560

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی ہونیوالا علمی ذخیرہ

کفایت المفتی جدید مدلل حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ۵ جلد کامل

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دھلویؒ

تمام مسائل پر عنوانات اور حوالوں کے ساتھ جس سے مفتیان کرام محققین، علماً وطلباً اب بہ آسانی استفادہ کرسکیں معیار کے ساتھ
کمپیوٹر کتابت — اعلیٰ کاغذ وطباعت — مجلد بیروت اسٹائل — قیمت =/1500

ناشر: **دارالاشاعت** اردو بازار کراچی فون: 021-2213768, 2631861

بیروت سے درآمد شدہ نہایت اعلیٰ معیار کی عربی کتب کا بڑا ذخیرہ رعایتی نرخوں پر دستیاب ہے

خصوصی رعایتی نرخوں کے لئے رابطہ فرمائیں

Adarts-CAR-1/2000